رجسٹرڈ ایل نمبر ۹۰۸

وَلْتَكُن مِّنكُمْ أُمَّةٌ يَدْعُونَ إِلَى الْخَيْرِ وَيَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنكَرِ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ

اشاعت اسلام

اردو ترجمہ

اسلامک ریویو اینڈ مسلم انڈیا مجریہ لنڈن

زیر ادارت
مسلم مشنری
خواجہ کمال الدین بی اے ایل ایل بی
مولوی صدر الدین بی اے - بی ٹی

قیمت تین روپے سالانہ

یہ کار ثواب ہے کہ آپ ان رسالجات کی خریداری بڑھائیں کیونکہ انہیں رسالوں کی آمد بہت حد تک مسلم ووکنگ مشن کے اخراجات کی کفیل ہے رسالہ ہذا کی دس ہزار اشاعت ووکنگ مشن کے ½ اخراجات کی ذمہ وار ہو سکتی ہے

جلد ۵ | بابت ماہ ستمبر ۱۹۱۹ء | نمبر ۹

فہرست مضامین

۱ - شذرات ... ۴۸۵
۲ - مسجد ووکنگ میں عید الفطر کا تہوار ... ۴۸۶
۳ - دار المبلغین ... ۴۸۸
۴ - گناہ میں پیدائش ... ۴۸۹
۵ - صلوٰۃ و وضو ... ۴۹۰
۶ - فطرت انسانی پر خدائی نقش ... ۴۹۷
۷ - قیمتی جواہر ریزے ... ۴۹۹
۸ - مذہب اور جنگ ... ۴۰۱
۹ - دنیا کے مشہور شہدائے ثلاثہ ... ۴۰۹
۱۰ - خطبات جمعہ ... ۴۱۷
۱۱ - عربی مبین ہی صرف آخری پیغام ربانی کا بہتر اور موزون ذریعہ ہے ... ۴۲۵
۱۲ - زن و شوہر کا باہمی تعلق ... ۴۲۸
۱۳ - اسلام میں کوئی کفارہ نہیں ... ۴۲۹
۱۴ - اشاعت اسلام ... ۴۳۱

رسالہ اشاعت اسلام

کی

توسیعِ اشاعت کی طرف ناظرین کرام توجہ فرمائیں

ہم ان حضرات معاونین کا تہ دل سے شکریہ ادا کرتے ہیں جو کہ رسالہ ہذا کی توسیع اشاعت میں حصہ لیتے رہتے ہیں۔ اخراجات مسلم مشن ووکنگ روزافزوں ترقی پر ہیں۔ مشن کا کام دن بدن وسیع ہو رہا ہے اور ہم اپنی تبلیغی کوششوں کو اور بھی وسعت دینا چاہتے ہیں لیکن جہاں ہمیں کام کی وسعت کا خیال ہے اس کے ساتھ ہی ہمیں مصارف کا بھی تہیہ کرنا ضروری ہے۔ اسلئے اسلام کی اشاعت سے دلچسپی رکھنے والے احباب کی خدمت میں مودبانہ درخواست ہے کہ وہ رسالہ ہذا کی توسیع اشاعت کی طرف توجہ مبذول فرما کر عنداللہ ماجور ہوں۔ رسالہ کی توسیع اشاعت مشن کی استقامت کا موجب ہوگی

خادم منیجر

موسمِ سرما کا بےنظیر تحفہ

موسم سرما آگیا۔ جو لوگ دماغی محنت کے عادی ہیں۔ ان کیلئے یہ بے ضرر زود اثر مفرد دوائی خالص **ست سلاجیت** (مومیائی) از حد درجہ کی مفید ہے۔ یہ دوائی مقوی اعصاب معدہ و باہ ہے۔ گردہ و مثانہ کو مضبوط کرتی ہے۔ زکام۔ رزیش۔ درد کمر یا دیگر دردوں کو بھی جو ریح یا چوٹ کے باعث ہوں دور کرتی ہے ہر ایک قسم کی کمزوری کیلئے اکسیر ہے وکلاء طلباء اور اور دماغی کام کرنیوالوں کے لئے مفید ہے۔ تمام دن محنت کے بعد اس کے استعمال سے بہت کم تھکاوٹ ہوتی ہے۔ مرد و زن بچے و بوڑھا ہر موسم میں بلا تمیز استعمال کرسکتے ہیں۔ قیمت فی تولہ ایک روپیہ (عہ/) خوراک ایک سے دو رتی حسب مزاج ہمراہ دودھ استعمال کریں۔ تاجران ادویات کو ۲۵ فیصدی کمیشن ملیگی۔ ایجنسی کیلئے تاجر صاحبان فوراً درخواست دیں۔

منیجر کارخانہ ست سلاجیت عزیز منزل لاہور

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

اشاعت اسلام

ترجمہ اُردو اسلامک ریویو اینڈ مسلم انڈیا مجریہ لندن

جلد (۵) بابت ماہ ستمبر ۱۹۱۹ء نمبر (۹)

شذرات

لندن مسلم سوسائٹی اپنی امتیازی سرگرمی کے ساتھ تبلیغی جد و جہد میں مصروف ہے۔ جناب ڈڈلے رائٹ شیخ محمد صادق صاحب چونکہ بعض ناگزیر حالات کی وجہ سے لندن میں تشریف نہ رکھتے تھے۔ اسلئے اُنکی عدم موجودگی میں اتوار کے لیکچر جناب مسٹر ایس سلیح اور جناب سید حیدر رضا صاحب نے فرمائے۔ اور جن کا پروگرام ذیل میں ہدیہ ناظرین کیا جاتا ہے:-

یکم جون ۱۹۱۹ء جناب مسٹر ایس سلیح نے "طبقہ نسوان و ذکور کے فرائض" پر لیکچر فرمایا۔

۸ " " جناب سید حیدر رضا صاحب نے "اسلام اور مستقبل" پر لیکچر فرمایا۔

۱۵ " " جناب ایس سلیح صاحب نے "ہمارا نصب العین" پر لیکچر فرمایا۔

۲۲ " " جناب مسٹر ایس حیدر رضا صاحب نے "خصوصیات قرآن" پر لیکچر فرمایا۔

مسجد ووکنگ میں اتوار کے سہ پہری لیکچر حسب معمول ہوتے رہے۔

حضرت مولوی صدرالدین صاحب مسلم مشنری معہ رفقا کے بخیریت ووکنگ پہنچگئے ہیں۔

حضرت خواجہ کمال الدین صاحب مسلم مشنری ابھی تک شملہ میں تشریف رکھتے ہیں آپ جکل عالیجناب حکیم اجملخانصاحب کے زیر علاج ہیں کسی قدر افاقہ ہے۔ احباب ازراہ کرم دعا فرمائیں

مسجد ووکنگ میں عید الفطر کا تہوار

نہایت ہی مسرت سے ہم اس جگہ عید الفطر کے تہوار کی مختصر سی روئداد ہدیۂ ناظرین کرتے ہیں۔ جو کہ ۲۹ جون سنہ ۱۹۱۹ء کو مسجد ووکنگ میں منعقد ہوئی۔ اس مبارک تقریب کو اکٹھے ملکر منانے کیلئے دو ہفتہ پیشتر سے مسلم و غیر مسلم احباب کے نام دعوتی رقعے شائع کئے گئے تھے۔ تاکہ وہ اس سعید تقریب میں وقت معین پر شامل ہو سکیں۔ اور اسلئے مورخہ ۲۹ جون سنہ ۱۹۱۹ء ہمارے مسلم و غیر مسلم دوست احباب و بہی خواہان پوری تعداد میں مسجد ووکنگ میں جمع ہوئے۔ اس مجمع میں ہمارے برٹش نومسلمین میں سے قریباً قریباً وہ تمام سرکردہ اخوان و خواتین موجود تھے۔ جو کہ ہمارے پاک و مطہر مذہب سے حلقہ بگوش ہو چکے ہیں۔ اور جن کی قبولیت اسلام ہمارے لئے اور خود انکی ذات کیلئے موجب تسکین و اطمینان قلب ہے۔ ہمارے ابنائے وطن میں سے جناب سر۔ پی۔ ٹی۔ پانی۔ انڈیا اسٹنٹ سکرٹری سو نسلر کی تشریف آوری قابل تذکرہ ہے۔ جو کہ تمام مجمع میں ایک امتیازی شخصیت رکھتی تھی۔ ٹھیک ساڑھے گیارہ بجے نماز عید کیلئے تکبیر کہی گئی۔ اور اس کے بعد ایک دلکش اور اکثروں کیلئے حیرت افزا منظر ظہور پذیر ہوا۔ کہ جس کی یاد مدت مدید تک سامعین و ناظرین کے قلوب سے محو نہیں ہو سکتی۔ اس حیرت افزا منظر نے مصلے امامت پر ایک انگریز نژاد کی شکل اختیار کی۔ اور ہمارے معزز نومسلم انگریز نژاد دبھائی عالیجناب شیخ محمد مارمڈیوک پکتھال صاحب حضرت خواجہ صاحب کی جگہ آکھڑے ہوئے۔ جو علالت طبع کی وجہ سے ہندوستان تشریف لیگئے ہوئے ہیں۔ ناظرین کی حیرت کا اندازہ ان کے چہروں سے عیاں ہو رہا تھا۔

جبکہ ایک انگریز اور پھر نومسلم کوئی انگریزی سرمن دینے نہیں بلکہ عید کی نماز پڑھانے کھڑا ہوتا ہے جسمیں اس نے بلند قرات میں قرآن کریم کی آیات تلاوت کرنی اور تمام ارکان نماز ادا کرنے ہیں یہ بات پر غور کرنے کہ اس اسلامی تحریک نے صرف پانچسال کے قلیل عرصہ کے اندر اندر انگلستان میں وہ نتائج مترتب کیے جو غیر مذاہب کے مشن پچاس سو برس میں بھی نہ کرسکے۔ عالیجناب شیخ محمدؐ مارمیڈیوک پکتھال صاحب نے اپنے دلفریب اور خاص انداز میں نماز پڑھائی۔ حضرت امام صاحب موصوف کا قرآن کریم کی آیات کا عربی مبین میں تلاوت فرمانا مقتدیوں کے قلوب کو محبت الٰہی سے معمور کر رہا تھا نماز کے ختم ہونے پر انہوں نے ایک نہایت ہی دلچسپ و نصیحت آمیز خطبہ فرمایا۔ اور ان حالات پر روشنی ڈالی جس کے اندر تمام کی تمام نسل انسانی اس وقت گذر رہی ہے اور سامعین پر پورے ایک گھنٹہ سے بھی زاید وجد کا عالم طاری رہا۔ خیالات کی پاکیزگی توجہات کی رفعت کی وجہ سے حضرت امام صاحب کا خطبہ اپنے رنگ میں عدیم المثال تھا۔ جس کو ہم انشاء اللہ تعالیٰ کسی آیندہ کی اشاعت میں ہدیہ ناظرین کرینگے۔ نماز و خطبہ کے ختم ہونے کے بعد اس واحد حقیقی کے سچے پرستاروں کے مجمع نے اسلامی اخوت و مساوات و محبت کے جذبہ کے ساتھ ایکدوسرے سے معانقہ کیا۔ اس کے بعد حسب معمول دعوت عید کی ہوئی اور دسترخوان کو پلاؤ و قورمہ وغیرہ سے مزین کیا گیا۔ اسکے بعد عالیجناب محمد مارمیڈیوک پکتھال صاحب نے نماز ظہر کرائی۔ اور اس کے بعد چائے نوش کی گئی۔ آخر الامر مجمع رفتہ رفتہ منتشر ہوگیا۔ اور سبھوں نے حقیقی امن و سلامتی کے بخشندہ کے حضور سوز قلب و الحاح سے دعا کی۔ کہ اسکی جبروت اور منصف ہاتھ اپنے عاجز پرستاروں اور مخلوق کو ان ابتلاؤں۔ آزمائشوں۔ آلام و مصائب سے خلصی دے جنمیں کہ وہ آجکل گھرے ہوئے ہیں۔ اور انکی نصرت و تائید فرمائے +

ہم اپنی نومسلم ہمشیرگان و برادران کے تہ دل سے مرہون منت ہیں جنہوں نے اپنی ان تھک کوششوں سے اس سعید تقریب کو بارونق اور کامیاب بنانے میں ہمارا ہاتھ بٹایا +

دائرۃ المبلغین

گذشتہ اشاعت میں ووکنگ مشن کی مقبولیت کے عنوان کے نیچے ایک اعلان شائع کیا گیا تھا جس میں کہ مدراس کے ایک قابل گریجوایٹ صاحب اپنی زندگی خدمت اسلام کے لئے وقف کرنے کو تیار ہیں۔ ہمارے ناظرین کرام جہاں ہر ماہ قریباً قریباً بلاد غربیہ کے غیر مسلمین کے مشرف بہ اسلام ہونے کی مسرت آمیز خبر سنتے رہتے ہیں۔ وہاں ہمیں اب امید واثق ہے۔ کہ وہ انشاء اللہ محض فضل ایزدی سے خود اپنے مسلم بھائیوں میں سے بھی مژدہ جانفزا سنکر مسرور ہوتے رہینگے۔ کہ فلاں فلاں شخص نے اپنی زندگی خدمت دین متین کے لئے وقف کر دی ہے نہایت خوشی کا مقام ہے اور مسلمانوں کی خوش قسمتی ہے کہ اب انہیں خدمت اسلام کا احساس پیدا ہو گیا ہے غیور مسلمین کی شان کے شایان نہیں کہ اسلام کے دلفریب منور چہرہ کو تو اغیار طرح طرح کے حیلہ بہانہ۔ مکر۔ فریب سے بدنما کریں۔ اور اس پر غلط فہمی۔ غلط بیانی ملمع سازی۔ افترا اور بہتان کی چادر ڈالیں لیکن غیور مسلمانوں پر اس تاریک چادر کو اٹھانے کا احساس تک نہ ہو لیکن شکر کا مقام ہے کہ ہمارے مسلمان بھائیوں نے اس ضرورت حقہ کو محسوس کر لیا ہے۔ چنانچہ یہ مژدہ جانفزا سنکر ہمارے ناظرین کرام مسرور ہونگے کہ چار مسلم گریجوایٹ نوجوانوں نے اپنی زندگیاں خدمت اسلام کے لئے وقف فرما دی ہیں جن کے اسمائے گرامی ذیل میں درج کئے جاتے ہیں۔ اور کہ جو آجکل شملہ میں حضرت مولانا مولوی محمد علی صاحب ایم اے۔ ایل ایل بی مترجم انگریزی ترجمۃ القرآن اور حضرت خواجہ صاحب مسلم مشنری سے تبلیغ اسلام کے لئے تعلیم حاصل کر رہے ہیں۔ اور علمی اور مذہبی تجسس و تحقیق میں منہمک ہیں۔

اسمائے گرامی مجاہدین اربعہ

۱۔ جناب [illegible] خان صاحب بی اے۔ بی ٹی۔

۲۔ جناب فضل کریم صاحب درانی۔ بی اے۔

۳- جناب چوہدری ظہور احمد صاحب بی۔اے

۴- جناب حافظ محمد حسن صاحب بی۔اے

مندرجہ بالا مجاہدین اربعہ میں سے نہایت مسرت کا مقام ہے کہ جناب محمد حسن صاحب قرآن کریم کے حافظ بھی ہیں ٭

گناہ میں پیدائش

(اسلامک ریویو میں انگریزی نظم)

کبھی کبھی اسلامک ریویو میں ہمارے نومسلم بھائی اسلامی نظمیں لکھا کرتے ہیں۔ ان میں ایک نہایت مفید اضافہ گذشتہ سال سے حضرت خواجہ صاحب کی قلم نے کیا۔ بدقسمتی سے انکی بیماری نے اس سلسلہ کو روک دیا۔ اگست و ستمبر ۱۹۱۹ء کے نمبر میں ایک نہایت دلچسپ نظم "گناہ میں پیدائش" کے عنوان سے چھپی ہے۔ یہ شاعرانہ انداز میں اس بنیادی عقیدہ عیسویت پر زد کرتی ہے۔ جس کی الوہیت مسیح یا کفارہ مسیح محض شاخیں ہیں۔ کلیسیا کا اساسی پتھر یہ ہے کہ انسان کی جبلت میں گناہ ہے۔ وہ گناہ سے فطرتاً بچ سکتا ہی نہیں۔ یعنی انسان گناہ میں ہی پیدا ہوا ہے۔ گناہ کا ارتکاب چونکہ سزا کو چاہتا ہے۔ اور سزا رحم الٰہی کے خلاف ہے بالمقابل عدل گناہ کو بلا سزا معاف نہیں کر سکتا۔ اسلئے عدل اور رحم کے تقاضا کو پورا کرنے کے لئے ایک کفارہ کی ضرورت پیدا ہو جاتی ہے۔ انسان کا کفارہ انسان نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ کفارہ دینے والا انسان خود گنہگار رہا ہے۔ اور انسان معصوم ہو نہیں سکتا۔ اسلئے کفارہ وہی دے۔ جو معصوم عن الخطا ہو۔ جو خدا کے سوا کوئی نہیں۔ اسلئے کفارہ وہ دے جو خدا ہو۔ یہ ضرورت ہے۔ جس کے لئے مسیح خدا بنایا گیا۔ اسلئے ہمارے قارئین کرام پر ظاہر ہو گا۔ کہ الوہیت مسیح بنیادی اصول عیسائیت کا نہیں۔ اصل بات جس کا کفارہ اور الوہیت مسیح تار و پود ہے۔ وہ یہ ہے کہ انسان گناہ میں پیدا ہوا۔ گناہ اسکی جزو فطرت ہے۔ اب سوال یہ ہے کہ فطرت کا بنانیوالا اگر

خدا ہے۔ تو جو کچھ اسکی طرف سے ہے وہ اس کا فیض ربوبیت ہے۔ پھر بدی کو بدی کہنا ایک غلطی ہے۔ بدی دراصل عنایت خالق ہے۔ اور گناہ کرنا اگر اس فطرت کو پورا کرنا ہے جو خدا کی بنائی ہوئی ہے تو گناہ کرنا بذات خود اطاعت الٰہی ہے +

اس حقیقت کو حضرت خواجہ صاحب نے اس دلچسپ نظم میں کھولا ہے جو اگست ستمبر ۱۹۱۹ء کے ڈبل نمبر رسالہ اسلامک ریویو میں شائع ہوئی ہے۔ خواہش ہے کہ کوئی شاعر دوست ان نظموں کو اردو میں نظم کر دے۔ ہم ذیل میں اس نظم کے پہلے بند کو اردو کے لباس میں ہدیہ ناظرین کرتے ہیں:-

بدی جو تھی میری فطرت میں وقت پیدائش — تو کیوں بدی کو نہ سمجھوں عنایت ربی
اگر گناہ میں دنیا میں کرتا پھرتا ہوں — تو یہ گناہ نہیں۔ ہے اطاعت ربی

صلوٰۃ و وضو

خدا کے حضور آٹھوں پہر خشوع و خضوع میں رہنا روح عبادت مانی گئی ہے لیکن اگر ہم عبادت کے لئے کوئی خاص وقت مقرر کر لیں۔ تو ہمیں کہا جاتا ہے کہ یہ تو ایک رسم ہے۔ یہ بات بعض وقت ایسے منہوں سے بھی نکل آتی ہے۔ جن کے دل عابدانہ خیال سے معمور ہوتے ہیں۔ دراصل ان لوگوں نے نہ تو مذہب کو سمجھا۔ اور نہ ہی روح مذہب کو سمجھا اور نہ اسباب کو سمجھا۔ کہ مذہب کو ہمارے روزمرہ کی زندگی سے کیا تعلق ہے۔ یہی وجہ ان باتوں کی بنیاد ہے۔ اکثر لوگ یہ سمجھے ہوتے ہیں۔ کہ جو امور دنیوی زندگی سے تعلق رکھتے ہیں۔ انکو مذہب سے کوئی تعلق نہیں۔ یہ ایک اور غلطی ہے۔ مذہب تو دنیا میں ہم پر زندگی کے ہر شعبہ میں حکومت کرنے کے لئے آیا۔ زندگی کی کونسی شاخ ہے جسمیں پابندی اوقات اور ترتیب عمل راز کامیابی نہ سمجھا گیا ہو۔ کیا ہم اپنی بہترین خواہش کو بھی حاصل کر سکتے ہیں۔ اگر اس کے حصول کے لئے کوئی خاص وقت مقرر نہ کریں۔ بے وقت اور بلا تعین کسی کام کو کرنے سے کامیابی کبھی نہیں دیکھ سکتے۔ یہ امر تو ایک کامیاب زندگی کے لئے

بمنزلہ ا۔ ب۔ ت ہے تو کیا ربانی معاملات میں اس کو ہم چھوڑیں +

علاوہ ازیں یہ اعتراض اپنے اندر بطلان رکھتا ہے۔ ہمارے حرکات و سکنات سے ہی ہماری اس دلچسپی کا پتہ لگجاتا ہے۔ جو ہمیں اس کام میں ہوتی ہے جو چیز ہمارے دل پر قبضہ کئے ہوئے ہو۔ وہ ہمارے ہر قول و فعل میں اپنا ظہور پکڑ لیتی ہے۔ تو پھر کیوں معاملہ عبادت میں یہ امر ملحوظ نہ رہے۔ کیا مزہ کہ وہی لوگ جو سارا دن روح عبادت میں رہنا چاہتے ہیں انہیں کے منہ سے یہ کلمہ نکلتا ہے +

ایک اور نئے دلیل بات جو اکثر مشاہدہ میں آئی ہے وہ یہ ہے کہ اکثر اصحاب کا میلان طبع ہمارے مذہب کے مقررہ طریقہ وضو پر تمسخر کرنا اور ہنسی اڑانا ہے۔ اور لطف یہ ہے کہ یہی صحاب کھانا تناول کرنے سے پہلے یا کسی مجلس میں شمولیت سے پہلے اپنے لباس کی صفائی اور بننے سنورنے پر کافی وقت صرف کرتے ہیں۔ صاف ستھرا رہنا اور چست و چالاک نظر آنا ہماری زندگی کا ایک احسن طریق ہے۔ اور اس غرض کے حصول کے لئے نہانا دھونا ضروری ہے۔ کیا اس اصول زندگی کو اس وقت جب خدا کے حضور میں پیش ہونا ہو۔ بدل دینا چاہیئے۔ کیا خداوند تعالیٰ کی اس میں زیادہ تقدیس ہو گی۔ اگر ہم بھلا منہ ہاتھ دھوئے کثیف کپڑے پہنے اور نہایت لاابالی کے طریق پر اس کے حضور پیش ہوں۔ اگر صفائی اور طہارت ربانی زندگی سے اقرب ہے۔ تو پھر اگر ہم پاک و صاف ہو کر خدا کے حضور حاضر ہوں۔ تو کیا اس میں کوئی ہرج ہے۔ اور اسی کا نام وضو ہے +

سلاجیت (مومیائی) بے ضرر زود اثر مفرد دوائی جو درجہ کی مقوی اعصاب معدہ ہے جگر گردہ و مثانہ کو مضبوط کرتی ہے زکام ریزش۔ درد کمر یا دیگر دردوں کو بھی جو ریح یا چوٹ کے باعث ہوں دور کرتی ہے تمام دن محنت کے بعد بہت کم تھکاوٹ اس کے استعمال سے ہوتی ہے مرد و زن بچہ و بوڑھا ہر موسم میں بلا تمیز استعمال کر سکتے ہیں۔ قیمت فی تولہ عہ/ ایک روپیہ۔ خوراک ایک رتی سے دو رتی حسب مزاج ہمراہ دودھ استعمال کریں

المشتہر مینیجر کارخانہ سلاجیت عزیز منزل نولکھا لاہور

کیا ہم جناب مسیحؑ کے دشمن ہیں؟

(از قلم جناب چوہدری ظہور احمد صاحب بی۔ اے مسلم مشنری)

ایک مسلم کے متعلق یہ لکھنا کہ وہ جناب مسیح کا دشمن ہے صریح لائبل ہے۔ جناب مسیحؑ ان مقتدر انبیا میں سے ہیں جن کی رسالت پر ایمان لانا ایک مسلمان کے عقائد مذہب میں داخل ہے۔ قرآن کی رُو سے اسلام کے معنے ان تمام رسالتوں کو اور تعلیمات کو قبول کر لینا ہے جو خدا کی طرح سے وقتاً فوقتاً دنیا کے ہر ایک کونے میں مختلف خدا کے مُرسلوں کی معرفت ہوئی ہیں۔ ایک مسلمان قرآن کریم کی تعلیم کے ماتحت مجاز نہیں کہ وہ ایک پیغمبر یا دوسرے پیغمبر میں کسی قسم کا فرق کرے۔ اسکی نگاہ میں تمام پیغمبروں کی عزت یکساں ہے۔ اس معاملہ میں قرآن کی ذیل کی آیات ایسی فصیح ہیں کہ وہ محتاج تشریح نہیں +

آمن الرسول بما انزل الیہ من ربہ والمومنون کل آمن باللہ
وملئکتہ وکتبہ ورسلہ لا نفرق بین احد من رسلہ الخ

ترجمہ (ہمارے یہ) پیغمبر (محمدؐ) اس کتاب کو مانتے ہیں۔ جو ان کے پروردگار کی طرف سے ان پر اُتری ہے۔ اور (پیغمبر کے ساتھ دوسرے) مسلمان بھی (یہ سب کے سب اللہ اور اُس کے فرشتوں اور اُسکی کتابوں اور اس کے پیغمبروں پر ایمان لائے سب پیغمبروں کا دین ایک ہے اور یہ کہتے ہیں کہ) ہم خدا کے پیغمبروں میں سے کسی ایک کو (بھی) جُدا نہیں سمجھتے (یعنے سب کو مانتے ہیں) +

اس مذہب کے ہوتے ہوئے ایک نہایت کم عقل انسان خیال کریگا کہ قرآن کا ماننے والا اور قرآن کے علوم کو دُنیا میں پھیلانے والا جناب مسیح کا دشمن ہو سکتا ہے کیا قرآن کریم نے جناب مسیح کو وجیہاً فی الدنیا والاخرۃ اور اسی قسم کے اور تعریفیہ کلمات کہکر مسلمانوں میں اس مکرم نبی کی عزت اور تکریمت پیدا نہیں کر دی +

لیکن باوجود اس کے ایک جرمن نژاد پادری نے اپنے رسالے ..... مجریہ نیویارک امریکہ میں
چند ماہ سے اسلامک ریویو کے مقتدر نامہ نگاروں کے متعلق یہ مشہور کرنا شروع
کیا اصل حقیقت یہ ہے کہ اسلامک ریویو کی اشاعت نے اس پادری کی تجارت
فی المذہب میں کساد بازاری پیدا کردی - یہ لوگ ایک مدت سے اسلام کے خوبصورت
چہرے پر اپنی غلط بیانیوں سے دھبے لگائے تھے - اور اس کے محبوب سے محبوب چہرہ کو
جو فطرت انسانی کو اپنی طرف کھینچ لیتا ہے نہایت بدنما رنگوں میں مغربی دنیا کے
آگے پیش کر رہے تھے - یہ خوب جانتے ہیں کہ جس مذہب کو مغربی کلیسیا نے جناب مسیح
کی طرف منسوب کیا ہے اسے ایک طرف تو اس مقدس ذات سے کوئی تعلق نہیں
دوسری طرف وہ مذہب کچھ ایسا عقل اور منطق سے دور ہے - کہ وہ مذہب ایک لمحہ کیلئے
بھی محک عقل پر پرکھا نہیں جاسکتا - موجودہ علوم نے عقلوں کو روشن کردیا ہے - اور
علوم جدیدہ نے انسانی دل و دماغ کو بلند پایہ پر پہنچا کر اسے ایک صحیح مذہب کا متلاشی
کردیا ہے - جسقدر نفرت نفوس انسانی میں اس وقت اس پولوس کے بنائے ہوئے مذہب
کی طرف پیدا ہو رہی ہے وہ ان پادریوں پر ظاہر ہے - مغربی مذہب کی جدید شکل
سے لوگ بیزار ہو کر ایک ایسے مذہب کی جستجو میں لگ گئے ہیں - جو انسانی فطرت
کو اپیل کرے - اور ذہنی قوی کا نہ یہ کہ مالک ہو بلکہ انکی آبیاری کرکے انسان کو اخلاقی
اور روحانی طور سے مراتب اعلےٰ پر پہنچائے +

دراصل یورپ کے لئے یہ زمانہ ایک قسم کا درمیانی زمانہ ہے - جو ہر قوم ہر ملک کی
ارتقائی تاریخ میں پیدا ہو جاتا ہے - جب ایک حالت ختم ہونے کو ہوتی ہے - اور
دوسری حالت شروع ہونیوالی ہوتی ہے - پولوسی مذہب کا اب خاتمہ ہے - اور اسکی
جگہ ایک ایسا مذہب اہل مغرب اختیار کرنیوالے ہیں جس کے اصول سیدھے سادے
بیہودہ مفروضات سے پاک جس کی تعلیم فطرت انسانی کے مطابق اور جس کے اصول
قوائے انسانی کی آبیاری کرنیوالے ہیں اسلامک ریویو نے عین وقت پر شائع ہو کر
ایک طرف تو یہ دکھلانا چاہا - کہ جو مذہب مغربی کلیسیا نے گذشتہ پندرہ سو برس سے

پیش کر رکھا ہے اسکو جناب مسیح کی تعلیم سے کوئی تعلق نہیں وہ دراصل مصری ایرانی یونانی اور رومی فسانہ جات اور قدیم مذاہب کا مرکب مضمون ہے۔ جس مذہب کو جناب مسیح نے تلقین کیا۔ وہ وہی اسلام ہے جس کی تعلیم وقتاً فوقتاً جناب موسےٰ اور دیگر پیغمبروں نے کی اور جس کی تکمیل آنحضرت صلعم کے ہاتھ سے قرآن کی شکل میں ہوئی۔ اسلامک ریویو کے صفحات نے نہ صرف ان بیہودہ اعتراضوں کی قلعی کھول دی جو کسی غلط فہمی کا نتیجہ نہ تھے بلکہ محض افترا بہتان اور غلط بیانیاں انہی اشخاص کی تھیں ہماری قلم میں ان گذشتہ پانچ چھ سالوں میں ان تمام امور میں جو انسانی فطرت کی آبیاری کے لئے ضروری ہیں۔ قرآن کی ہمہ گیر اور حکیمانہ تحریر کو پیش کیا جس کو پڑھ کر کم ازکم جہانتک اسلامک ریویو کی سائی ہوئی فطرتیں بول اٹھیں۔ اگر مذہب انسان کے لئے ضروری ہے تو پھر یہی مذہب ہے جو اسلامک ریویو میں پیش کیا جاتا ہے۔ گذشتہ دو تین سال میں جس قدر انگلستان میں مختلف پلیٹ فارموں سے اسلام پیش ہوا وہ اس ملک کی تاریخ میں اپنی آپ نظیر ہے۔ لوگوں میں اسلام کے لئے قدر دانی پیدا ہو گئی۔ اور اسکی شہرت دن بدن بڑھتی جاتی ہے۔ اس نئی لہر کا مقابلہ یہ جرمن نژاد پادری اور اسکی برادری نہ کر سکتی تھی۔ جب کبھی انہوں نے اپنی پرانی عادتوں کے مطابق اسلام پر افترا باندھنا چاہا ووکنگ مشن نے منہ توڑ جواب دیا جس سے ان کے دانت کھٹے ہو گئے آخر کار انہوں نے نیا راگ الاپنا شروع کیا یہ کہنا شروع کیا۔ کہ جس مذہب کو اسلامک ریویو پیش کرتا ہے۔ وہ اسکے لکھنے والوں کے دماغ کا نتیجہ ہے یہ ایک نیا مذہب ہے جس کا تعلق اسلام سے نہیں گو ان کو اس اختراع کردہ مذہب کی خوبصورتی اور ہماری صحت نیت کا بھی مجبوراً قائل ہونا پڑا چنانچہ ذیل کے الفاظ ہماری ایک تحریر کے متعلق اس نیویارک کے رسالے میں نکلے علمائے ہندوستان نے جب ان چالاکیوں کو دیکھا۔ تو اہل مغرب کو متنبہ کرنے کے لئے کلکتہ کے ایک عظیم جلسہ میں ایک ریزولیوشن پاس کیا۔ کہ جس مذہب کو

اسلامک ریویو پیش کرتا ہے وہ عین اسلام ہے اس رسالے میں یہ لکھا جانا شروع ہوا۔ کہ اسلامک ریویو میں جو اسلام پیش کیا جاتا ہے۔ وہ ہندوستان کا اسلام ہے عرب اور شام کا اسلام نہیں ان باتوں کی غرض یہ تھی کہ جو لوگ اسلام کے شیدا ہو رہے ہیں وہ یہ سمجھیں کہ اسلامک ریویو کا اسلام تاریخی اسلام نہیں بلکہ ایک جدید اسلام ہے اور اس طرح وہ تحقیق اسلام سے باز آجائیں اور اسکی تلاش ان تصانیف میں کریں جو بعض مغربی مصنفین کی مفروضات سے مملو لیکن ہمارے قارئین نے خود اسبات کو دیکھ لیا کہ جو کچھ اسلامک ریویو میں لکھا جاتا ہے وہ مبنی بر آیات قرآن کریم ہوتا ہے جن کا ترجمہ عموماً ہم مغربی مصنفین کے مترجمین کے قرآن سے دیدیا کرتے ہیں۔ اسمیں شک نہیں کہ یہ مترجمین ترجمہ قرآن کے اہل نہ تھے اور نہ یہ عربی زبان کی خوبیوں کو سمجھ سکتے تھے۔ انھوں نے بعض جگہ بڑی بڑی فحش غلطیاں کیں۔ اسی لئے ہم نے اپنا ترجمہ قرآن کریم یورپ کے سامنے پیش کیا جو بہت جلد مقبول عام ہوگیا۔ تاہم ہم ان مغربی مترجمین کے مشکور رہیں۔ ہمارے اس طرز عمل سے کہ جو کچھ ہم نے اسلام کی خوبیاں پیش کیں اسکو قرآنی حوالجات سے مزین کیا۔ ان ہمارے نقطہ چینوں کے پردہ کو فاش کیا۔ اور یہ اس امر میں قطعاً ناکامیاب ہوئے۔ کہ ہم اسلامک ریویو میں کوئی نیا اسلام پیش کرتے ہیں +

جب یہ سب تیر ان پادریوں کے خالی گئے تو اب ایک اور بیوقت کا راگ انھوں نے الاپنا شروع کیا۔ چند ماہ سے ہمارے متعلق یہ کہنا شروع کیا ہے کہ ہمیں جناب مسیح سے کوئی عداوت تھی۔ یہ کہنا اس امر کے مترادف ہے کہ ہم مسلمان ہی نہیں۔ ہمیں قرآن پر ایمان ہی نہیں۔ اس مضمون کے شروع میں ہم نے قرآن کریم کی تعلیم جس پر چلنا ہر ایک مسلمان کا فرض ہے یہ دکھلا دیا ہے کہ ایک مسلمان جناب مسیح کا ویسا ہی پیرو اور ماننے والا ہے جیسا کہ آنحضرت صلعم ہم اس بے اتہام دینے والے کو اس امر سے بھی واقف کرنا چاہتے ہیں کہ جو شخص خدا کے کسی نبی سے عداوت یا دشمنی رکھے وہ آنحضرت صلعم کی تعلیم کے رو سے دائرہ اسلام سے خارج ہے اسلئے ہمیں بحیثیت مسلم مسیح پیغمبر سے دشمنی ہو ہی نہیں سکتی۔ یہ بالکل صحیح ہے۔ کہ ہم مسئلہ الوہیت مسیح کے یا

کسی ایسے عقیدے کے سخت دشمن ہیں جس کے ماتحت سادہ لوح دنیا انسان کو خدا بنا لے
اسی سے انسان اپنی انسانیت کو جواب دے دیتا ہے۔ اور اپنی شخصیت کا خون کر دیتا ہے
کہ جس کے قیام اور جس کو رفعت دینے کے لئے دُنیا میں مذہب آئے۔ یہ ناوان پادری
ہماری ان تمام تحریروں کو جو ہم الوہیت مسیح کے عقیدے کے بُطلان میں یا اسکی بیہودگی
ظاہر کرنے کے لئے لکھتے ہیں۔ اس سے لوگوں کو دھوکا دینا چاہتے ہیں۔ کہ ہم مسیح
کے دشمن ہیں ہمیں شک نہیں کہ بائبل میں بعض ایسی باتیں ہیں جو ہمارے نقطۂ خیال سے
مسیح کے حق میں لائبل ہیں۔ ہمارے دل میں جو جناب مسیح کی عزت ہے اس پر سخت
صدمہ پڑتا ہے جب ہم بعض واقعات مسیح کے متعلق پڑھتے ہیں۔ اور بد قسمتی سے
یہی وہ واقعات ہیں جن سے جاہل لوگ اسے خدا بنائے ہوئے ہیں۔ ایک مسلمان
کے نزدیک شراب کا پینا نہایت مذموم حرکت ہے۔ اسکی نگاہ میں اس شخص کی کیا
حیثیت ہو سکتی ہے جو پانی جیسی بے ضرر چیز کو شراب میں متبدل کرتا ہے۔ اور
پھر وہ شراب اوروں کو پلاتا ہے۔ کیا آج شراب نسل انسانی کے لئے ایک لعنت
نہیں بن چکی۔ پھر ہم اُسکی بابت کیا سمجھیں جس کی خدائی ثابت کرنے کیلئے
ہمیں شراب کا معجزہ سُنایا جاتا ہے۔ ایک مسلمان کے نزدیک والدین کی
عزت خدا تعالےٰ کی عبادت کے دوسرے درجہ پر ہے۔ جب وہ بائبل میں
اس ناملائم سلوک کو دیکھتا ہے جو جناب مسیح کے متعلق بیان کیا جاتا ہے۔ جو اس نے
اپنی والدہ سے کیا تو وہ حیران رہجاتا کہ آیا نہیں انکو پیغمبر بھی سمجھو یا نہ۔ اسی قسم کے اور بہت سے
واقعات بائبل میں ہیں جو مسیح کی خدائی چھوڑ کر اسے مسلم نقطۂ خیال سے پیغمبر بھی رہنے نہیں دیتے
لیکن چونکہ قرآن نے بائبل کے متعلق تیرہ سو برس ہوئے ہمیں تعلیم دی کہ یہ کتاب محرف ہو چکی
ہے۔ اور یہ وہ بات ہے جو آج کلیسا بھی مانتا ہے۔ اسلئے ان تمام واقعات مندرجہ بائبل
کو غلط سمجھتے ہیں۔ اور مسیح کی شان میں اسے ایک مزیل شان حملہ۔ اس قسم کی باتیں
ہم نے اپنی تحریروں میں لکھی ہیں۔ اور ان پر سخت تنقید کی۔ ان باتوں سے اگر یہ نادان
پادری یہ نتیجہ نکال رہا ہے کہ ہم مسیح کے دشمن ہیں تو یہ اُسکی اپنی خوش فہمی ہے +

فطرت انسانی پر خدائی نقش

کیا ہمیں خواہشات اور ضرورتیں نہیں دی گئیں۔ جن کو ہم ہر طرح پورا کرنے کی کوشش کرتے ہیں؟ ہماری تمام زندگی اپنی فطرتی ضروریات کے پورا کرنے کے اسباب بہم پہنچانے میں گذر جاتی ہے۔ تمام وہ چیزیں جس کو کہ ہم تہذیب کے نام سے پکارتے ہیں وہ انسان کی ان کوششوں سے پیدا ہوئی ہے جو کہ اس نے اس سمت میں کیں۔ خوشی کو حاصل کرنا اور دکھ درد سے بچنا زندگی کا بڑا اہم مسئلہ ہے مگر کیا ہماری خوشی کا معراج نہیں ہے؟ اور کیا ایک نہ پوری ہوئی ضرورت ہمارے لئے موجب تکلیف نہیں ہوتی؟ ہم قدرت میں دو باتوں کے وجود سے انجان نہیں بن سکتے۔ وہ ہماری ضروریات اور انکی پورا کرنے کے اسباب کا دنیا میں موجود ہونا ہے۔ ہم کان اور آنکھیں رکھتے ہیں۔ وہ خوش کن نظاروں اور سُریلی آوازوں کو چاہتے ہیں۔ سو علم مصوّری و موسیقی وغیرہ کو ان خواہشات کے پورا کرنے کے لئے آگے بڑھانا چاہئے۔ ہم عمدہ پینے کی چیزیں اور لذیذ کھانے چاہتے ہیں۔ چنانچہ ان کی تلاش میں ہم نے تمام دنیا کو چھان مارا ہے۔ کبھی ہمارے دماغ میں ان سب سے برتر دھن سماتی ہے۔ اور ہم اس کے پورا کرنے کے لئے کوئی دقیقہ نہیں اُٹھا رکھتے۔ ہم محبّت رحم اور فیاضی کی خواہشات کو محسُوس کرتے ہیں۔ سو ہم اُن کو ظاہر کرنے کے لئے کسی نہ کسی موقع کی تلاش کرتے ہیں۔ چاہے وہ کسی قیمت پر ہی حاصل ہو۔ اِسی طرح کیا ہم میں کسی چیز کے سراہنے۔ تعریف کرنے اور شکریہ ادا کرنے کی قابلیت نہیں ہے اور کیا ہم میں یہ صفت موجود نہیں ہے؟ اور کیا ہم ان خیالات کو زبان سے ادا نہیں کرتے جبکہ ایک دفعہ ہمارے سینے میں جوش زن ہوں۔ صرف حسن و احسان ہی وہ کارکن ہیں جو کہ ہم میں ان اعلےٰ اور شریف احساسات کو اُبھارتے ہیں۔ اور انسانی خوشیوں کو انجام اور تکمیل تک پہنچاتے ہیں۔ یہاں تک کہ ایک آدمی جو کہ دل کا بڑا سخت اور بیرحم ہو وہ اس سے مستغنی نہیں ہو سکتا سو ہم حسُن و احسان کی تلاش میں ہیں۔ اور جب ہم ان کو حاصل کرلیں گے۔ تب ہمارا

تعریف اور شکریہ موجزن ہوگا۔ اور ضرور اپنے آپ کو ادا کریگا۔ مگر حسن اور احسان ہمیں غیر ذی روح چیزوں کے ذریعے سے حاصل ہوتا ہے۔ کیا ہم ان کی تعریف کرتے ہیں۔ اور انکے آگے اپنا شکریہ ادا کرتے ہیں۔ ایسا کرنا ایک بیہودہ اور احمقانہ فعل ہوگا۔ اگر کسی تصویر یا مورت کی خوبصورتی ہماری خوشی کو بڑھاتی ہے۔ تو ہم اسکو سراہنے اور شکریہ کا مستحق نہیں سمجھتے بلکہ اسکو مستحق سمجھتے ہیں۔ جس نے اسکو پیدا کیا یا بنایا یا جس نے اسکو ہم تک پہنچایا۔ کیا ہمارے اردگرد کے قدرت کے نظارے ہمارے لئے خوشی کا باعث نہیں ہیں؟ کیا وہ اپنے چھوٹے سے چھوٹے ذرے میں بھی حسن اور احسان کو ظاہر نہیں کرتا؟ کیا اسکی نوبہ نو خوبصورتیاں ہم سے تعریف اور خراج تحسین وصول نہیں کرتیں؟ تو کیا ان برکات سے فائدہ اٹھانے کے بعد اس کا مشکور ہونا خلاف فطرت ہے؟ مگر ہم بے زبان اور غیر ذی روح چیزوں کا شکریہ کبھی ادا نہیں کرتے۔ بلکہ ہم اپنا شکریہ اس ذی عقل ہستی کے آگے پیش کرتے ہیں۔ جو کہ اُن کا صانع اور ہم پہنچانے والا ہو جن سے ہماری خوشیوں میں ترقی ہوتی ہے۔ سو ہمیں ان فائدوں کے عوض میں جو کہ ہمیں اپنی ماحول کی چیزوں سے حاصل ہوتے ہیں شکریہ ادا کرنے کیلئے کس کی تلاش کرنی چاہیئے؟ مشکور ہونا انسانی فعل ہے۔ مگر ایک ایسی چیز کی تلاش کرنی جس کے آگے ہم اپنا شکریہ ادا کریں ایک قدرتی اور فطرتی بات ہے۔ کیا ہمیں بے زبان چیزوں کی تعریف اور غیر ذی روح مادے کا شکریہ ادا کرنا چاہیئے؟ اگر ہم ایسا کریں تو گویا ہم اپنی فطرت کو جھوٹا ٹھیرائیں گے۔ بلکہ ہمیں ایک ذی عقل وفہم ہستی کی ضرورت ہوگی۔ جو کہ ہمارے شکریئے اور تعریف کو قبول کرے۔ یہ ایک فطرتی خواہش ہے جب کبھی ہم کوئی فائدہ اٹھاتے ہیں تو ہماری فطرت ایک ذی عقل وفہم محسن کی متلاشی ہوتی ہے۔ جس کے آگے ہم اپنا شکریہ ادا کرسکیں اس نبی عربی محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم پر ہزار ہزار رحمتیں ہوں جس پر انسانی فطرت کے تمام راز کھول دئیے گئے تھے مفصلہ ذیل آیت میں قرآن کریم کس خوبصورتی سے ہمارے دلوں کو اللہ تعالیٰ کی ہستی کا قائل کر دیتا ہے۔ اسمیں وہ نہایت فصاحت سے اس حسن و احسان کا ذکر کرتا ہے جو کہ قدرت میں نمایاں ہیں۔ اور اس طرح ہمارے سراہنے اور شکریئے کی حس کو اپیل کرتا ہے کہ وہ ایک ایسی ذی عقل وفہم ہستی کے حق میں اپنے آپ کو بیان اور ادا کرے۔ جو کہ تمام چیزوں کی

صانع اور موجد ہو:۔

"تمام تعریفوں اور شکریئے کا مستحق اللہ تعالےٰ ہی ہے۔ جو ہمارے ارد گرد کے تمام جہانوں کا خالق۔ رازق اور قائم و برقرار رکھنے والا ہے۔ ایسے جہاں جن کا وجود ہماری پیدائش ہمارے قائم رکھنے۔ اور رزق کے لئے اشد ضروری ہے"

قیمتی جواہر ریزے

(احادیث نبوی سے اقتباس)

خیرات کے مختلف انواع و اشکال

(۱) دو انسانوں کے درمیان انصاف کرنا خیرات ہے کسی سوار کی سواری پر مدد کرنا اور بوجھ اٹھانا بھی خیرات ہے اور وہ شیریں اور ملائم الفاظ جنمیں کہ وہ اپنے محسن کا شکریہ ادا کرتا ہے اور ایک مستفسر کو نرمی و ملائمت سے جواب دیتا ہے وہ بھی خیرات ہے۔ ان چیزونکو راستے سے اٹھا دینا جو کہ انسان کیلئے تکلیف دہ ہوں جیسے پتھر اور کانٹے یہ بھی خیرات ہے +

(۲) ہر ایک عمل حسنہ خیرات ہے۔ اور اپنے بھائی سے خندہ پیشانی سے پیش آنا اور اپنے مشکیزہ میں سے اس کے برتن میں پانی ڈالنا بھی اعمال حسنہ میں سے ہے +

(۳) اپنے بھائی سے تبسم تک کرنا بھی خیرات ہے۔ اور لوگونکو نیک و احسن اعمال کرنے کی تلقین کرنا اور ممنوعات سے منع کرنا بھی خیرات ہے۔ اور لوگونکو اس رہگزر پر جس پر کہ وہ گمراہ ہو جاتے ہیں راستہ دکھانا بھی خیرات ہے اور اندھوں کی امداد کرنا بھی خیرات میں داخل ہے +

(۴) جو شخص کہ مردہ زمین کو زندگی کرتا ہے یعنی اپنے لئے اسکی کاشت کرتا ہے۔ اسمیں بھی اس کیلئے اجر رکھا ہوا ہے

(۵) اگر ایک شخص تمہیں گالی دیتا ہے۔ اور تمہارے ایک عیب کو جسے وہ جانتا ہے کہ تم میں ہے ظاہر کرتا ہے تو تم اس کے مقابل اس کے عیب کو آشکارا کرنے کی فکر مت کرو +

(۶) حضرت نبی اکرم صلعم نے فرمایا۔ کہ ہر ایک مسلم پر فرض ہے۔ کہ وہ خیرات دے صحابہ کرام نے عرض کیا کہ حضور اگر اس شخص کے پاس خیرات کے لئے کچھ نہ ہو تو وہ کیا کرے آپؐ نے فرمایا۔ کہ اگر اسکے پاس خیرات کرنے کو کچھ نہیں ہے تو وہ اپنے ہاتھ سے کچھ کام کرے۔ اور اس سے کچھ حاصل کرکے اس سے اپنے کو نفع پہنچائے۔ اور باقی حصہ سے خیرات دے صحابہ کرام نے عرض کیا۔ کہ اگر وہ شخص کوئی کام بھی نہ کر سکتا ہو۔ اور اس سے اپنے آپ کو بھی فائدہ نہ پہنچا سکتا ہو۔ اور دوسروں کو خیرات بھی نہ دے سکتا ہو۔ تو پھر وہ کیا کرے + تو پھر حضرت رسول اکرم نے فرمایا۔ کہ پھر وہ ناداروں اور مصیبت زدوں کی امداد کرے صحابہ کرام نے عرض کیا۔ کہ اگر وہ شخص ناداروں اور مصیبت زدوں کی امداد بھی نہ کر سکتا ہو۔ تو پھر حضور اسکے لئے کیا ارشاد ہے آپ نے فرمایا۔ تو پھر وہ لوگوں کو اعمال حسنہ کی تلقین کرے۔ اور اگر وہ یہ بھی نہ کر سکتا ہو۔ تو آپ نے فرمایا۔ پھر اسے اپنے آپ کو لوگوں کو ضرر پہنچانے سے علیحدہ رکھنا چاہئے۔ کیونکہ یہ بھی صدقہ و خیرات کا رتبہ رکھتا ہے +

حیوانوں سے مہربانی و شفقت کرنا بھی خیرات ہے ۔

(۱) چوپاؤں کے ساتھ نیکی و بھلائی کرنا اور انہیں پانی پلانے میں بھی حقیقتاً ہمارے لئے اجر حسنہ ہے حضرت محمد صلعم نے فرمایا۔ کہ ہر ایک حیوان سے بھلائی کرنا بھی اللہ کے ہاں ثواب میں داخل ہے +

(۲) ایک زانیہ کو بخشش محض اس بنا پر ہوئی۔ کہ وہ ایک کُتّے کے پاس سے گذری۔ جو کہ کنوئیں کے کنارے بیٹھا تھا۔ اور کہ جس نے تشنگی کے مارے زبان باہر نکالی ہوئی تھی۔ اور قریباً لب مرگ تھا عورت نے اپنا جوتہ اوتار کر اپنے ڈوپٹہ کے ایک گوشہ کو اپنی جوتی سے باندھ کر کنوئیں سے کتّے کے لئے پانی نکالا۔ اور کُتّے کو پینے کے لئے دیا۔ اور محض اس عمل حسنہ کے لئے اس کے قصور معاف ہو گئے۔ اور اسکی بخشش ہو گئی +

افضل خیرات

سب سے افضل خیرات ایک انسان کے لئے یہ ہے۔ کہ اگر اس کا اپنا خاندان غریب نادار ہے۔ تو اسکی امداد کرے +

اول خویش بعدہٗ درویش

جنگ اور مذہب

کے

دو مذہبوں کے عقائد اور اُن کا طرز عمل

(از جناب مارمیڈیوک محمد پکتھال صاحب)

جناب مسیح کی تعلیم چونکہ ہر قسم کی جنگجوئی کے مخالف ہے اور آپ کا خطبہ کوہی ان تمام اُمور جنگ کے منافی تھے جو اس وقت اقوام یورپ خصوصاً حلیفوں کو انسانی تہذیب اور تمدن کی حفاظت کیلئے باتباع تعلیم اسلام اختیار کرنے پڑے۔ اس وقت اختلاف و تضاد سے جو ضروریات جنگ سے عیسائی سلطنتوں کو اختیار کرنا پڑا مسیحیوں میں ایک جماعت پیدا ہوگئی جنہوں نے جنگ کو انجیل کی تعلیم کے مخالف سمجھا۔ اور جب قانونی تعزیر کے ماتحت رعایا میں سے ہر ایک کو جنگ میں سپاہیانہ طور پر شامل ہونا پڑا تو ایسے لوگوں نے جیل میں جانا پسند کیا۔ ان کو پیسیفسٹ Pacifist یا کانسٹینشس آبجکٹر Conscientious Objector کہتے ہیں۔ ان لوگوں میں سے اکثروں نے معاملاتِ جنگ میں اسلامی تعلیم کی بابت ہم سے دریافت کیا کیونکہ ہم نے مختلف اوقات پر ان اصولوں کی عزت اور حمایت کی جن پر انگریزی قوم اور حلیفوں نے جنگ کو اختیار کیا۔ کیونکہ دراصل وہ اصول قرآن کے تھے ہاں مسیح کی تعلیم کو ان سے کوئی تعلق نہ تھا۔ ان پیسیفسٹ دوستوں کے مطالبہ پر حضرت مارمیڈیوک محمد پکتھال کو ایک سلسلۂ لیکچر پر آمادہ کیا گیا جسمیں وہ بعنوان بالا اس نازک مسئلہ پر عیسائیت اور اسلام کی روشنی کا مقابلہ کرتے ہوئے وعظ کریں۔ چنانچہ آپنے پانچ لیکچر اس مضمون پر ایک کثیر مجمع میں بمقام لندن مسلم ہاؤس میں دیئے۔ جو نہایت دلچسپی اور استفادہ سے سُنے گئے۔ یہ پانچوں لیکچر ایک کتاب کی صورت میں علیحدہ بھی چھپ گئے ہیں۔ اور اب ہماری درخواست پر ہمارے

بھائی میر محمد حسن صاحب بی اے نے جنہوں نے ہمارے مشن کے ماتحت اسلامی مبلغ بننے کے لئے اپنی زندگی کو وقف کیا ہے ان لیکچروں کا ترجمہ کیا ہے جو نمبر وار اشاعت اسلام میں شائع ہونگے :-

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

لوگ اسلام کو مذہب شمشیر کہتے ہیں اور عیسائیت کو خالص محبت کا دین قرار دیتے ہیں - حالانکہ تاریخ شاہد ہے۔ کہ عیسائیوں نے بارہا شمشیر ہی کو اپنا ہادی بنایا۔ عیسائی اقوام بھی مسلم اقوام کی طرح اپنی جنگی شجاعت پر نازاں ہیں اور آج مدعیان مسیحیت کی کثیر جماعت یہ عقیدہ رکھتی ہے کہ جنگ ان کے مذہبی اصولوں کے منافی نہیں ہے ۔

اگر کسی کو گذشتہ جنگ کے دنوں میں کبھی کسی انگریزی گرجا کی صبح یا شام کی دعا میں شامل ہونے کا اتفاق ہوتا اور جنگ بھی وہ ہولناک جنگ جو کہ عالم کے تمام گذشتہ جنگوں میں اپنا نظیر نہیں رکھتا - اور جس جنگ میں دنیا کی تمام مہذب اور روشن دماغ عیسائی اقوام نے ایکدوسرے کی تباہی اور ہلاکت کے لئے مہلک اسلحہ کے ایجاد کرنے میں اپنی تمام مساعی اور قابلیتیں صرف کردیں - تو پھر ایک طرف پادری کی زبان سے یہ الفاظ سننے میں آتے "اے مالک! ہمارے زمانہ میں سلامتی اور امن نازل کیجیو"۔ اور دوسری طرف مقتدی جواب میں کہتے "کیونکہ اے بار تعالے! تیرے سوا اور کوئی دوسرا نہیں جو کہ ہمارے لئے جنگ کرے" قرون اولےٰ کے عیسائیوں کے لبوں پر اس دعا کا جاری ہونا ایک فطرتی اور زیبا امر تھا- کیونکہ وہ مسیح علیہ السلام کے چند مشہور الفاظ کی اطاعت اور فرمانبرداری کرتے ہوئے اپنی ذاتی حفاظت کو مذموم خیال کرتے تھے - اور وہ حقیقت میں تھے ہی اتنے کمزور کہ ان سے ذاتی حفاظت کا ہونا امر محال تھا - مگر یہی دعا آج ان لوگوں کی زبانوں پر سخت غیر موزوں اور نازیبا معلوم ہوتی ہے جو کہ ایک زبردست اور قوی قوم کے افراد ہیں۔ اور

جو آئے دن ڈریڈناٹ۔ آبدوز کشتیاں ہوائی جہاز اور طرح طرح کے تباہ کن اسلحے ایجاد کرتے رہتے ہیں جنہوں نے دنیا کی تقریباً نصف اقوام کو اپنے ساتھ شریک جنگ کر لیا ہے۔ اور جو ان تمام لوگوں کو ایام جنگ میں قانونی مواخذہ میں لے آتے ہیں جو کہ قدیمی عیسائیوں کے طرز عمل کو اختیار کرتے ہوئے جنگ کو مسیح کی تعلیم کے ماتحت اپنے ضمیر کے خلاف سمجھیں +

یہ لوگ اپنے طرز عمل کو مستحسن قرار دینے کیلئے کہیں گے۔ کہ مسیح نے خود فرمایا ہے "کہ میں تم لوگوں میں امن اور سلامتی لے کر نہیں آیا۔ بلکہ ایک تلوار لایا ہوں" حالانکہ تلوار سے اسکی مراد صرف وہ فساد تھا جو اسکی تعلیم سے مختلف گھرانوں میں اس وقت پیدا ہو گیا تھا یعنی اس اختلاف و نفاق کو جو مسیح کے ماننے والوں اور اسکے مخالفوں میں ایک طوفان بے تمیزی کی طرح پیدا ہو گیا تھا اس کا نام جناب مسیح نے تلوار رکھا ہے۔ کیا جناب مسیح کی ساری تعلیم سے ایک فقرہ بھی ایسا مل سکتا ہے جس سے صرف اتنا ہی مترشح ہو کہ وہ جنگ کو اپنے پیروؤں کی آئندہ زندگی کا ایک جزو لازمی سمجھتے تھے ان کو بالصراحت فرمان پیکار دینا تو بڑی بات ہے عیسائی شائد مسیح کے اس قول کا حوالہ دینگے کہ "میری بادشاہت اس جہان کی بادشاہت نہیں ہے" کہ اس سے شاید یہ نتیجہ نکالیں کہ یہ فقرہ اس دنیا کی غلط کاریوں کے لئے ایک لائسنس ہے۔ اور یہ بھول جائیں گے۔ کہ مسیح علیہ السلام نے حواریوں کو خدا سے یہ دعا مانگنے کی تلقین کی تھی۔ کہ دنیا میں تیری ہی بادشاہت ہو۔ اور زمین پر تیری ہی مرضی برتی جاوے۔ جیسے کہ آسمان میں برتی جاتی ہے مسلم دلوں کو تو ان الفاظ کے صاف اور منشرح معنی یہ نظر آتے ہیں کہ حضرت مسیح پیراں نمی پرند و مریداں مے پرانند کے مصداق ہو رہے ہیں۔ کیونکہ انہوں نے کبھی اپنے تئیں یا اپنے آپ کو خدائے واحد کی ذات میں شریک نہیں ٹھیرایا بلکہ ہمیشہ آپ نے اس کا ایک ایلچی اور پیغمبر ہی ظاہر کیا ہے جیسا کہ ان کے اور [illegible] ان الفاظ سے کہ میری بادشاہت اس دنیا کی بادشاہت نہیں

صرف یہ مراد ہے کہ مسیح کی کامیابی یعنی وہ غلبہ جس کی توقع یہودیوں کو جناب مسیح کی ذات سے تھی دنیاوی کامیابی نہیں اور مسیح کی دعا میں جو فقرہ ہے وہ زمین پر خدا کی بادشاہت یعنی غلبۂ حق و صداقت کی طرف اشارہ کر رہا ہے۔ مگر ہم ان لوگوں سے جو کہ عقیدہ تثلیث کی لاینحل الجھنوں میں پھنسے ہوئے ہیں یہ امید نہیں کر سکتے کہ وہ ان صاف صریح بیّن معنوں کو قبول کر سکیں +

ایک ایسے مذہب کیلئے جو کہ اپنی تعلیم میں مطلق قوانین جنگ نہ رکھتا ہو اور جنگ کو اگر ممکن الوقوع بھی تسلیم کرتا ہے تو اپنے پیروؤں کو تحمل۔ بردباری اور بغیر عدم مقابلہ کی تلقین کرتا ہے اور یہ تعلیم اس دار المحن میں دیتا ہے۔ جہاں کہ بسا اوقات محض حیات کو برقرار رکھنے کی خاطر جدال کرنا پڑتا ہے ضروری اور یقینی تھا کہ اس کے غلبہ اور اقتدار کے بڑھتے ہی وہ ایک ایسے نقطہ پر آجاتا جہاں کہ اس کے ماننے والوں کے طرز عمل کی دو راہیں ہو سکتی ہیں یا تو یہ کہ وہ صحیفہ مقدسہ یعنی انجیل کی عبارت کے اصلی مفہوم پر کاربند ہو کر اپنی ہستی کھو بیٹھیں یا اپنی حفاظت کے لئے عملی جامہ پہن کر سپاہیانہ طرز اختیار کر لیں +

ناظرین کو ایک منٹ کے لئے بھی یہ خیال دماغ میں نہیں لانا چاہئے کہ میں نعوذ باللہ مسیح جیسے برگزیدہ رسول خدا کے مشن کی تذلیل اور تحقیر کرنا چاہتا ہوں۔ مگر کیا کروں جب اس نے خود ہی اپنے مشن کے اختتام کے وقت اس امر کا اعلان کر دیا تھا۔ کہ اس کے پاس انسانوں کو تمام ضروری باتیں سکھانے کیلئے کافی وقت نہیں ہے مسیح نے خود ایک دوسرے نبی کے متعلق پیشگوئی کی تھی جو کہ اس کی تعلیم میں اضافہ کر کے اس کی تکمیل کر دیگا + اور ہمارا ایمان ہے کہ وہ موعود پیغمبر محمد الرسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم تھے جنہوں نے کہ مسیح علیہ السلام کی تعلیم کو اکمل کر دیا۔ جہاں تک مذہب کا تعلق علم ماورالطبعیات سے ہے یعنی مذہب کا وہ حصہ جو خدا اور انسان کے باہمی تعلقات پر روشنی ڈالتا ہے۔ ہمارے آقائے نامدار یعنی پیغمبر آخر الزمان کی اور مسیح علیہ السلام کی تعلیم در اصل ایک ہی ہے وہ تمام خوبیاں جو مسیح علیہ السلام کے طرز زیست اور اقوال میں مضمر ہیں اور جنہیں ہم اپنی زندگی کا نصب العین قرار دے سکتے ہیں

رحم عفو بے نفسی صبر سخاوت انسانی ہمدردی وغیرہ سب کی سب قرآن کریم اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال میں مفصل بیان کی گئی ہیں۔ مگر قرآن نے یہ صفات بغیر طریق عمل بیان کیئے انسانوں کے سامنے پیش نہیں کیں۔ بلکہ وہ انہیں قوانین کی ایک عقلی اور عملی مجموعہ کے ساتھ جو کہ بنی آدم کے لئے ایک دستور العمل کا کام دے سکے۔ مسیح کی تعلیم ایسی ہی جو انسانوں کیلئے فرداً فرداً مفید ہو سکتی ہی اور یہ ایک قدرتی امر ہے کہ کیونکہ ہم جانتے ہیں کہ مسیح کی زندگی ایک خلوت نشین فرد بشر کی زندگی تھی اسلئے مجھے معاذاللہ انکی توہین منظور نہیں ہی۔ کیونکہ یہ حقیقت ہے کہ انکی رہائش ایک ایسے انسان کی رہائش تھی۔ جو کہ سوسائٹی سے الگ تھلگ پڑا ہوا اور جس کا تعلق ایک ایسی مفتوح اور رعایا قوم سی ہو جو کہ اپنے فاتحوں کی نظروں میں سخت حقیر اور ذلیل تھی۔ بنی اسرائیل کے اس گلہ بان کے سامنے کبھی کوئی ملکی معما پیش نہیں ہوا تھا۔ اور نہ ہی حکومت اور قوانین بین الاقوام کے مشکل مسائل آپکے سامنے رونما ہوئے جن کو کہ رسول عربی نے بحیثیت شہنشاہ عرب حل کرکے دکھا دیا اور نہ ہی انکی قوم جن کی تعلیم کے لئے وہ مبعوث ہوئے تھے ایسے معاملات سے کسی قسم کا تعلق رکھتی تھی۔ مسیح کی اصل اور سادہ تعلیم روحانی حیثیت سے کسی قسم کی تکمیل نہیں چاہتی تھی۔ اور نہ ہی ان قوانین کے رو سے یہ تعلیم ادھوری تھی جن پر عمل پیرا ہوکر ایک روح خدا تک رسائی حاصل کرسکتا ہے۔ یہ تعلیم صرف اس حد تک نامکمل ہی جہانتک کہ اس کا تعلق انسانی زندگی اور طرز معاشرت کے ساتھ ہے کیونکہ انسانی زندگی فطرتاً انفرادی زندگی نہیں ہی سوائے ان چند نفوس کے جو تکمیل بندھنوں سی اپنے آپ کو آزاد کرکے دنیا سے قطع تعلق کی زندگی بسر کرسکتے ہیں انسانی زندگی ایک تمدن کی زندگی ہی جس کے لئے مسیح ناصری کی تعلیم میں کسی قسم کی کوئی ہدایت اور رہنمائی نہیں ملتی۔ اسی وجہ سی ہم آج یورپ کو ایک فتنہ کبریٰ کی دلالتگاہ دیکھتے ہیں۔ جہاں ایک طرف افواج مذہب اہل دنیا کے خون کی پیاسی نظر آتی ہیں۔ اور دوسری طرف عساکر دنیا ہی سی لشکروں سی مبارز طلب کررہے ہیں

اور اسی وجہ سے آج یورپ کی آنکھیں خون کے سیلاب بہا رہی ہیں! یورپ کا رنگ ہی نرالا ہوتا اگر عیسائی مسیح کو صرف ایک نبی قرار دیتے اور اسے دائرہ نبوت سے نکال کر الوہیت تک نہ پہنچا دیتے۔ مگر وہ تو اسے مکمل خدا تسلیم کر بیٹھے ہیں۔ اور تمام حدود و قیود سے اسکی ذات کو مبرا تصور کر چکے ہیں۔ اور اسی لئے ظھر الفساد فی البر و البحر کا نمونہ چاروں طرف نظر آ رہا ہے +

وہ تمام لوگ ملحد اور لامذہب قرار دیئے جاتے ہیں جو کہ آزادانہ طور پر یہ کہنے کی جرأت کر بیٹھتے ہیں۔ کہ چرچ نے تعلیم مسیح پر یہ طرفہ اور نرالا مشرکانہ غلاف چڑھا دیا ہے۔ وہ خود ایک نامکمل عمل ہے اور یہ بات بذات خود اس امر کا بدیہی ثبوت بن جاتی ہے۔ کہ انجیل مقدس کی تعلیم انسانی زندگی کے اکثر شعبوں پر حاوی نہیں ہے۔ کیونکہ یہ تعلیم بالصراحت اس وقت شرک کا ضمیمہ نظر آ رہی ہے +

جناب مسیح کے چھ سو سال بعد جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا دنیا میں ظہور ہوا ابن مریم کی روحانی تعلیم پر خطرناک طور سے شرک اور بدعت کا رنگ چڑھ چکا تھا۔ اسی لئے سب سے پہلا کام جو اس مصلح اعظم کے پیش نظر تھا۔ وہ تعلیم مسیح کو اپنے اصلی اور سادہ معنوں میں دنیا کے سامنے پیش کرنا تھا اور یہ کام پیغمبر خدا نے بوجہ احسن سرانجام کیا۔ قرآن کریم جابجا عیسائیوں کو ان کے عقائد باطلہ کے خلاف تنبیہ کرتا ہے انہیں مسیح کو اصلی رنگ اور اسکی تعلیم کو اس کے صحیح معنوں میں دیکھنے کی تلقین کرتا ہے۔ اور انہیں اپنے خود ساختہ عقائد سے باز آنے کی ہدایت دیتا ہے۔ اور انکی توجہ بنی اسرائیل کے سابقہ نبیوں کی تعلیم کی طرف منعطف کرتا ہے جس سے کہ خود جناب مسیح کو ایک انچ بھر انحراف تھا۔ اس کے ساتھ ہی یہ آخری آسمانی کتاب۔ یعنی قرآن شریف اس ادھوری اور نامکمل تعلیم کی تکمیل بھی کر دیتا ہے اور اپنے متبعین کو ایسے قوانین سکھاتا ہے جن پر چلکر وہ تجارت، حرفت، حکومت، سیاست اور جنگ وغیرہ جیسے اہم اور ضروری امورات میں کامیاب ہو سکیں۔ یہ قوانین نہ تو اپنے اندر ایک لے معنی عمومیت کا رنگ رکھتے ہیں۔ اور نہ انہیں کتال حاصل کرنے کے چند سرسری اشورے ہیں۔ قرآن تو ایک باضابطہ عملی دستور العمل اپنے ماننے والوں کے سامنے پیش کرتا ہے۔ جو انسانی زندگی کے ہر شعبہ میں

زیر عمل آکر انسان کو ہر رنگ میں کمال حقیقی تک پہنچا دیتا ہے۔ آج مسیح کے وہ پیرو جو اپنے آپ کو
پیسفسٹ کہتے ہیں۔ کہ جنگ کے سراسر خلاف ہیں وہ ان مکانی اور زمانی حالات پر غور نہیں
کرتے جن کے ماتحت جناب مسیح کو ایسی تعلیم دینی پڑی۔ اور نہ ہی وہ اس کیفیت روحانی
کو سامنے رکھتے ہیں جس سے متاثر ہو کر مسیح اس وقت بول رہا تھا۔ ایسے مذاق
کے لوگوں کے لئے وہ تعلیم اور قوانین جو اسلام نے جنگ کے متعلق وضع کئے ہیں ایک قابل اعتراض
تعلیم نظر آتی ہے۔ کاش کہ وہ جانیں کہ وہ تعلیم جس کا نام جہاد ہے وہ محض بقائے نفس کیلئے جبکہ
جانیں مصیبت اور خطرہ میں پڑ جائیں شجاعانہ مقابلہ کی تلقین ہے۔ وہ کمزوروں بیکسوں
ناداروں اور عاجزوں کی حمایت کیلئے تلوار اٹھانے کا حکم ہے۔ ہم ان پیسفسٹ لوگوں
سے بحث کرنے کے لئے تیار نہیں ہیں۔ ہاں ہم ان سے اس بات میں بالکل متفق ہیں کہ جنگ
بذات خود ایک ہولناک منظر ہے۔ اور فی الواقع یہ ایک دردناک سین ہے۔ کہ بعض انسان
بغیر کسی ذاتی خصومت اور عناد کے دوسرے انسانوں کو قتل کرنے کے لئے تیغ برہنہ نظر آئیں
یہاں تک ہم ان کے پورے ہمراہی ہیں۔ اور مذہب عیسوی جس کو حضرت مسیح نامکمل چھوڑ گئے
یہیں تک ہماری رہنمائی کرتی ہے۔ مگر ایک ایسی دنیا میں جہاں ہماری کوششوں مایوسیوں اور
خفگیوں کے باوجود جنگ ایک دائمی۔ ابدی اور بار بار عود کرنیوالا منظر ہے۔ اگر کوئی مذہب
اپنے مطیعین کی قوانین ازم سکھلا کر انہیں اس مصیبت سے نجات حاصل کرنے کی راہیں دکھلاتا
ہے تو وہ یقیناً اور قطعاً ایسے مذہب سے بہتر۔ اعلےٰ اور ارفع ہے جس کی تعلیم میں جنگ جیسے
خطرناک اور بار بار عود کرنیوالی چیز سے مطلقاً بے اعتنائی پائی جاتی ہے (جیسا کہ حضرت مسیح
کی تعلیم کے متعلق ہمارا ایمان ہے) یا جو اپنے پیروؤں کو اپنی حفاظت اور جانوں کی سلامتی
بیکسوں کی حمایت اور ناداروں کی امداد کے لئے بھی تلوار اٹھانے کو ممنوع قرار دیتا ہے
(جیسا کہ ایک پیسفسٹ عیسائی اپنے مذہب کے متعلق ایمان رکھتا ہے) کیونکہ تاریخ شاہد ہے
کہ کسی نہ کسی وقت ایک قوم کے سامنے ایسے واقعات رونما ہو جاتے ہیں جبکہ ایسے دلیرانہ
اور شجاعانہ میدان جنگ میں نکلنا پڑتا ہے نہیں تو وہ تباہ و خستہ ہو کر ہلاک ہو جائیگی یا
پابجولات ہو کر غلامی کی زندگی بسر کرنے لگ جائیگی +

دیکھئے قرآن کریم اس کے متعلق کیا کہتا ہے۔ ان لوگوں سے جو تم میں سے اپنے آپ کو نصاریٰ کہتے ہیں ہم نے ایک عہد لیا تھا جس کے ایک حصہ کو وہ بالکل بھول گئے۔ حالانکہ ہم نے ہدایت کی تھی کہ وہ اسے یاد رکھیں۔ اسکی سزا میں ہم نے انکے درمیان نفرت اور حقارت کا ایسا بیج بویا کہ اس کا درخت قیامت تک پھیلتا پھولتا رہیگا بالآخر ہم ان پر اصلی کیفیت ظاہر کر دینگے +

جنگ بذات خود ایک وحشیانہ ظالمانہ فعل ہے۔ اور وہ لوگ جو کسی مذہبی اصول کے پابند نہیں جس کی رو سے وہ جنگ سے وحشیانہ مظالم کو دور کر سکیں اور جو جنگ کو صرف اپنے اقتدار اور ہولناک غلبہ کا ذریعہ سمجھتے ہیں ہمیشہ سفاکانہ اور جلادانہ طور پر خونریزی کرتے ہیں۔ اسلام کے قوانین جنگ وضع کرنے سے پہلے جسقدر عیسائیوں نے غیر عیسائیوں سے لڑائیاں کیں وہ سب خونخوارانہ طرز کی تھیں۔ بلکہ ہم کہہ سکتے ہیں کہ آج تک بھی عیسائیوں کے مغازی میں وحشیانہ رنگ موجود ہے۔ اور وہ اب تک قانونی قیود سے بے نیاز ہیں حالانکہ بارہا اصلاح کیلئے کوششیں بھی ہوئیں۔ اور اگر کوئی اصلاح ہوئی ہے۔ تو صرف ان لوگوں کے دلوں میں ہوئی ہے جو کہ فنون حرب کے ماہر ہیں خود جنگ کے خیالی اور عملی مفہوم میں اسکا بہت کم اثر پایا جاتا ہے جوں جوں آدمی اوہام پرستی کو چھوڑتے گئے زیادہ مہذب اور شائستہ ہوتے گئے آجکل عیسائی افواج کے ساتھ کسی مشہور ولی کے ہاتھ کی انگلی یا پاؤں کی ہڈی ایک نشان کے طور پر جنگ کی خونریزی اور ہولناک سین کو مقدس بنانے کیلئے نہیں اٹھائی جاتیں جنگ نے اپنے فلسفیانہ مراحل ارتقاء کو خود طے کر لیا ہے اور اپنی ضرورت اور خودداری کیلئے خود مسودہ آئین تیار کر لیا ہے جسکے سامنے نیک بندے سر تسلیم خم کر رہے ہیں مہذب اور روحانیتوں سے بڑی لڑائی اس جنگ سے مختلف شان رکھتی ہے جو کہ گندگیوں اور ناپاکیزگیوں سے مملو ہو کیونکہ موخر الذکر خود دار انسانوں کے غیظ و غضب کو بھڑکاتا ہے یہ ایک نئی ہوئی بات ہے کہ انسان کے فرائض ایک نمائندہ کی حیثیت سے اور ہیں اور ایک پرائیویٹ یا شخصی حیثیت سے اور ہیں مثلاً مسیح کا قول کہ تم اپنے بھائی کو سات دفعہ معاف کر دو بلکہ اگر ضرورت ہو تو اتنی بار بخشش کرو کہ سات سو ستر حاصل ضرب کا عدد پورا ہو جائے انسانوں کی انفرادی تکمیل کا ایک مشورہ ہے مگر اسی مشورہ کو ذرا تمام بنی نوع انسان پر چسپاں کرکے تنگ نہ پھیلاؤ اور بسبب الفاظ تم کی بجائے ایک قوم کی گورنمنٹ اور تمہارے بھائی کی بجائے دوسری قوم کی گورنمنٹ پڑھو تو تمہیں معلوم ہوگا کہ ایک نہایت بھدی لغو اور بیہودہ ڈھکوسلا بن جاتا ہے جو کہ بلا الت نہایت ... کا ایک مشورہ ہو جاتا ہے کیونکہ اگر ایک شخص اپنے پڑوسی کے حقوق کی نگہداشت کیلئے اس کا نمائندہ ہو کر ایک ظالم حملہ آور سے انتقام لیتا ہے تو وہ صرف ایک انسانی فرض ادا کر رہا ہے اور ہم اسکو اظہار خود غرضی تصور نہیں کرتے ... ایسے نمائندوں کے ... جبر اور ظلم بھی دیکھتے ہیں تو ان کی تحسین کئے جاتے ہیں +

جناب مسیح کے متعلق کہا جاتا ہے کہ روح القدس ہر وقت اسکے ساتھ تھا لیکن یہ بھی کہا جاتا ہے کہ اُسکی غرض یہ تھی کہ وہ اپنے جانے کے بعد روح القدس بھیجیں گے۔ کیونکہ وہ فرماتے ہیں۔ کہ جب تک میں نہ جاؤں تسلی دہندہ نہ آئے گا۔ انہیں شہزادہ امن کہا جاتا ہے لیکن وہ کہتے ہیں کہ یہ مت سمجھو کہ میں زمین پر صلح کروانے آیا۔ صلح کروانے نہیں بلکہ تلوار چلانے کو آیا ہوں۔ (متی باب ۱۰۔ آیۃ ۳۴۔ ۳۶)

جناب مسیح کہتے ہیں کہ تمہارا باپ تمہارے مانگنے کے پہلے جانتا ہے کہ تمہیں کن کن چیزوں کی ضرورت ہے۔ لیکن ساتھ ہی وہ اپنے شاگردوں کو سکھلاتے ہیں کہ وہ خدا سے دعا مانگیں کہ وہ انہیں ہر روز روٹی دے۔ (متی ۶۔ آیت ۱۱)

اناجیل اخلاقی نکتہ خیال سے بھی حضرت مسیحؑ کو اعلےٰ انسان ظاہر نہیں کرتیں ان سے ظاہر ہوتا ہے کہ انہوں نے اپنے شاگردوں کو اجازت دی۔ بلکہ ترغیب دی جبکہ وہ خود بھی انکے ہمراہ تھے کہ وہ غیر لوگوں کے کھیتوں سے اپنی گرسنگی دور کرنے کے لئے اناج چرائیں۔ اور وہ لوگوں کو سانپوں کی اولاد کہتے تھے۔ اور اپنی والدہ سے کہا کہ اے عورت مجھے تجھ سے کیا کام (یوحنا باب ۲۔ آیت ۴) انہوں نے اپنے شاگردوں کو بھیجا کہ وہ ایک شخص کا گدھا انکے لئے چرا کر لے آئیں۔ اور وہ اعلان کرتے ہیں کہ میں دنیا پر آگ پھیلانے آیا ہوں اور کہتے ہیں کہ باپ کو بیٹے سے اور ماں کو لڑکی سے جدا کرنے آیا ہوں ؛

جناب مسیحؑ کی دعا جس پر کہ عیسائی صاحبان کو بڑا ناز ہے۔ وہ بھی سوز دل کا نتیجہ معلوم نہیں دیتی اور خدا کے متعلق خیال نہایت ابتدائی ہے۔ اگرچہ وہ غیر قوموں کے خیالات سے بہتر ہے۔ جناب مسیحؑ نے دعا سکھلانے سے بیشتر گویا شاگردوں سے یہ کہا کہ دعا مانگنے میں۔ غیر قوموں کی طرح بک بک مت کرو۔ (متی باب ۶۔ آیت ۷)

یسوع کی دعا میں انسان کو خدا کی بخشش اور اسکی لاانتہا رحم سے سبق حاصل کرنے کی تعلیم نہیں دی گئی۔ بلکہ خدا سے کہا گیا ہے کہ وہ انسان سے سیکھے مثلاً متی باب ۶ آیت ۱۲ میں لکھا ہے کہ جس طرح ہم اپنے قرضداروں کو بخشتے ہیں تو اپنی دین ہمکو بخش دے

ایک رنگ میں یہ دعا حضرت مسیح کے ماہی گیر شاگردوں کی دنیاوی خواہشات اور بھوکھ کو ظاہر کرتی ہے کیونکہ یہ دعا کہ ہمیں آج کا کھانا بخش کسی بڑے روحانی دل سے نہیں نکل سکتی الغرض جناب مسیحؑ پر تب ہی ایمان لایا جا سکتا جبکہ انکے شاگردوں پر اعتبار نہ کیا جاتے اور جو کچھ انہوں نے لکھا ہے اس کا زیادہ تر حصہ قابل تسلیم نہ سمجھا جاتے۔ اناجیل کے بہت سے حصے پھر دوبارہ لکھے جانے چاہئیں تاکہ انکی اصلی عزت نظر آئے۔

انجیلوں کے مصنفوں نے انکو اور انکی شہادتوں کو بہت ذلیل صورت میں پیش کیا ہے اور مہذب دنیا انکی عزت تب ہی کر سکتی جبکہ عہد نامہ جدید کی اصل غرض و غایت کو سمجھے۔

حضرت مسیح کی پیدائش۔ ان کے کام اور چال وچلن پر انکی اپنی قوم یعنے یہودیوں نے سخت تعصبانہ طور پر نکتہ چینی کی ہے۔ یہانتک کہ انکی ماں پر بھی حملہ کیا۔ اور عیسائی صاحبان نے حضرت مسیح کے روئے زمین سے رخصت ہونے کے بعد ان الزامات کے تردید میں حد سے تجاوز کیا ہے۔ جو انکی اور انکی والدہ کے برخلاف لگائے گئے تھے۔ انہوں نے مسیح کو خدائی درجہ تک پہونچایا۔ اور جوش میں آکر مسیحؑ کو انسانی درجہ سے باہر لیجانے کی کوشش کی اور اس طرح نادانستہ انکی انسانی کمزوریوں کو نمایاں اور واضح طور پر دکھلایا۔

تاریخ اور مذہب کے لیئے خاتم الانبیا حضرت محمد صلعم کی بعثت جو جناب مسیحؑ سے چھ سو سال بعد ہوئی۔ نہایت مبارک تھی۔ کیونکہ آپؐ نے جناب مسیح کی خصلت اور کار مفوضہ کی اصلیت کو تمام بے تعصب۔ انصاف پسند لوگوں پر بخوبی ظاہر کر دیا آپنے یہودیوں کو یسوع پر بہت کچھ بہتان باندھنے کی وجہ سے لعن طعن کیا۔ اور حضرت مسیح کی والدہ کو صریح اور صاف الفاظ میں پاک اور عفیفہ قرار دیا۔ اور لوگوں کو بتلایا کہ جناب مسیح انسان تھے۔ لیکن خدا کیطرف سے دیگر انبیا کی طرح رسول بنکر آئے تھے تاکہ غلط راہ چلنے والوں کو سیدھی راہ دکھلائیں۔ چونکہ تمام انبیا سے بڑھکر حضرت مسیح کو گالیاں دی گئی تھیں۔ اسلیئے حضرت محمد صلعم نے انکی زیادہ حمایت کی۔ قرآن شریف میں کسی شخص کا ذکر اسقدر عزت اور ادب سے نہیں کیا گیا جسقدر تعظیم وتکریم سے حضرت مسیح ابن مریم کا کیا گیا ہے

چنانچہ انکی نسبت وجیہۃ فی الدنیا والاخرۃ لکھا ہے۔ انہیں کلمۃ اللہ کہا گیا ہے۔ اور یہ بتلایا گیا ہے کہ انہوں نے کبھی اپنی والدہ محترم کی گستاخی نہیں کی۔ اور نہ کبھی خدا کے ساتھ شرکت کا دعوےٰ کیا ہے۔ البتہ لوگوں کو تقویٰ سکھلایا اور کفر سے باز رکھا۔ انکی نسبت لکھا ہے کہ وہ انسان تھے۔ لیکن انہیں اعلےٰ درجہ کی روحانی طاقت تھی۔ اگرچہ یہودیوں کی دشمنی کیوجہ سے انہوں نے اپنے کام کو پورے طور پر سرانجام نہیں دیا لیکن خدا نے ان کا ساتھ نہیں چھوڑا اور صلیب کی ذلت سے انہیں معجزانہ طور پر بچا لیا۔ جو ذلیل موت کہ عہد عتیق میں کاذب انبیاؤں کے لئے لکھی ہوئی تھی۔ اور کہ جو جناب مسیح کے عہد میں قزاکوں۔ لٹیروں اور چوروں کو بطور سزا دی جاتی تھی۔

جناب مسیح کے کیرکٹر اور آپ کی شہادت کی فضیلت کی کما حقہٗ عزت و احترام کرنے کے لئے ہمیں جناب مسیح کو اس حیثیت میں لینا چاہئے جس حیثیت میں کہ قرآن کریم انہیں پیش کرتا ہے۔ نہ کہ اس حیثیت میں جسمیں کہ اسکی اپنی ہی قوم کے لوگ بنی اسرائیل اسے پیش کرتے ہیں۔ اور نہ اس حیثیت میں کہ جسمیں لوگوں نے آپؑ کی زندگی میں ہی آپکو ترک کر دیا اور آپ کو ملعون قرار دیا۔ اور آپؑ کے بعد آپکو الوہیت کے تخت پر متمکن کرنے کی کوشش کی ۔

جناب مسیح کی شخصیت اہل یہود کے لئے ایک معمہ تھی اور ایسا ہی نصاریٰ کے لئے عموماً اور اہل یورپ کے لئے بھی خصوصاً از سر بستہ ہی رہی ہے۔ جناب مسیح کے زمانہ کے یہود مادہ پرست تھے۔ اور آجکل کے نصاریٰ ان سے بھی کئی زیادہ مادیت کے دلدادہ ہیں۔ اس لئے یہ حیرت انگیز بات ہے کہ یہ دونوں اقوام اس معلم اعظم جناب مسیح کی سیرت کی حقیقی قدر و قیمت اور توقیر کرنے میں ناکام رہے ہیں اور فقط مسلمانوں نے ہی جناب مسیح کی شخصیت کو سمجھا ہے اور وہی اکیلے آپکی شہادت کی کما حقہٗ قدر و منزلت کرتے ہیں ۔

باب چہارم

حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ

جناب مسیح سے پانچ صدی پیشتر جناب سقراط کی شہادت وقوع ہوئی اور قریباً چھ صدی بعد حضرت امام حسین کی شہادت واقع ہوئی +

جناب سقراط نے دعوے کیا کہ مجھے خداوند تعالے نے بھیجا ہے اور جناب مسیح حقیقتاً مرسل ربانی تھے لیکن حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے اس قسم کا کوئی دعوے نہیں کیا۔ آپ ایک سیدھے سادے انسان تھے اور اس لئے آپکی تاریخ بھی خوش اعتقادوں کی حسن عقیدت کیوجہ سے دھندلی نہیں . . . . حضرت امام حسینؓ کے بھائی کے سوائے دنیا میں کسی دوسرے شخص کی ماں اور باپ دونوں کی طرف سے اسقدر ارفع و اعلےٰ نسب نہیں ہے۔ حضرت امام حسینؓ کے باپ حضرت علی کرم اللہ وجہہ تھے جو کہ اسلام کے بہادر اور سرچشمہ علوم تھے۔ اور شیر خدا کہلاتے تھے۔ اور حضرت امام حسینؓ کی والدہ حضرت فاطمۃ الزہرا خاتون جنت حضرت نبی کریم صلعم کی چاہتی بیٹی تھیں۔

حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ سقراط کے فرزند کی طرح نہ تھے۔ آپکو باپ کی بہادری اور والدہ ماجدہ کی حسنات ورثہ میں ملی تھیں۔ آپ خود اس قسم کی نیک خصلت رکھتے تھے کہ سخت سے سخت جانی دشمن بھی کسی قسم کی عیب چینی آپ کی ذات میں نہ کر سکتے تھے آپکی فیاضی طبع کا فقط آپکے خاندان سے ہی مقابلہ ہو سکتا ہے۔ آپ درگذر کرنے والے حنیف۔ مہربان۔ راستباز اور بہادر تھے۔ آپ نے جنگوں میں اپنے ملک اور مذہب کی خدمت کی۔ جب مسلمانوں کی شہری فوج اہل روم کے دار الخلافہ قسطنطنیہ کے لئے لڑنے کے لئے نکلی۔ تو آپ بھی اسمیں شریک تھے۔ لیکن آپ کا میلان طبع کسی صورت میں جنگ کیطرف مائل نہ تھا۔ اگر ایک اصولی معاملہ نے آپکو نبرد آزمائی کے لئے مجبور نہ کیا ہوتا۔ تو

آپ اپنے شریف خاندان کے دیگر شاہی نونہالوں کی طرح گھر میں ہی امن سے بیٹھنے کو ترجیح دیتے لیکن آپ ایسے متنفس نہ تھے۔ کہ اصولی معاملات میں مصالحت کریں جب تک کہ حضرت معاویہ خلیفہ رہے حضرت امام حسین رض نے کسی قسم کا مقابلہ نہیں کیا۔ بلکہ یہانتک کہ آپ اس مہم میں بھی شریک ہو گئے۔ جو حضرت معاویہ نے قسطنطنیہ کیطرف ارسال کی تھی۔ اگرچہ حضرت معاویہ حضرت امام حسین رض کے والد صاحب بزرگوار کے خلاف لڑے اور اگرچہ حضرت امام حسین رض کو اپنے برادر کرم حضرت امام حسن کا حضرت امیر معاویہ کی حمایت میں عہد خلافت سے مستعفی ہونا ناگوار تھا۔ لیکن پھر بھی جب تک حضرت معاویہ زندہ رہے حضرت امام حسین رض نے خلافت کا دعوےٰ نہ کیا۔

حضرت معاویہ نے خلافت کو موروثی بنا لیا۔ اور اسے بادشاہت میں تبدیل کر دیا۔ انہوں نے اپنے حین حیات میں اپنے بیٹا کو اپنا جانشین نامزد کر دیا جس فعل کو کہ حضرت نبی کریم صلعم کے . . . . جانشینوں نے کرنے سے سراسر انکار کیا تھا ؎

حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے اپنا جانشین نامزد کرنے سے انکار کیا۔ اگرچہ آپکے فرزند حضرت امام حسن رض آپ کے بعد عامہ رائے سے خلیفہ منتخب ہوتے۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہ کو جب کہا گیا کہ آپ رض اپنے بیٹے کو اپنا جانشین مقرر فرمائیں۔ تو آپ نے فرمایا کہ خلافت خداوند کریم کے حضور ایک اہم ذمہ واری ہے۔ اور خاندان میں سے ایک ہی ممبر اس بار گراں کو اٹھانے کے لئے کافی ہے ؎

اگر خلافت موروثی ہوتی۔ تو حضرت علی کرم اللہ وجہہ حضرت محمد نبی کریم صلعم کے قریبی رشتہ ہونے کیوجہ سے لازماً آپ صلعم کے جانشین ہوتے۔ یا حضرت امام حسن رض حضرت نبی کریم صلعم کے جانشین ہوتے۔ کیونکہ آپ رض حضرت فاطمۃ الزہرا کے فرزند تھے۔ جو کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی زوج مطہر تھیں۔ لیکن خلافت چونکہ انتخاب سے ہوتی چلی آتی تھی۔ اسلئے حضرت امام حسین رض اس کے موروثی ہونے پر رضامند نہ ہوتے۔ اور چونکہ حضرت معاویہ نے اپنے بیٹے کو جانشین نامزد کر دیا۔ اس پر حضرت امام حسین

برہم ہو گئے۔ حضرت معاویہ کو اس ناراضگی کا پتہ تھا۔ لیکن انہوں نے ایک بھی کلمہ حضرت امام حسین کے خلاف نہ کہا۔ برعکس اسکے آخری نصیحت جو انہوں نے اپنے بیٹے کو فرمائی یہ ہے۔ کہ "تمہارے خلافت کے رقیبوں میں حضرت امام حسینؑ بھی ہیں جو کہ حضرت علی کرم اللہ وجہ کے فرزند ہیں۔ اور کہ جن کا عراق میں بہت بڑا اثر ہے۔ لیکن وہ تمہارے چچیرے بھائی ہیں اور راستباز حنیف اور صادق ہیں۔ اگر وہ تمہارے قابو میں آجاویں۔ تو ان سے مہربانی حسن خلق اور شفقت سے سلوک کرنا"۔

حضرت امام حسینؓ کا کیریکٹر اس قدر زبردست تھا کہ امیر معاویہ بھی خراج تحسین دینے پر مجبور ہوا۔ گو کہ حضرت امام حسینؓ امیر معاویہ کے بیٹے کے رقیب تھے۔ جبکے لئے کہ خود امیر معاویہ نے خلافت کی جانشینی نامزد کی تھی۔

حضرت معاویہ نے ساٹھ ہجری مطابق ۶۸۰ء میں وفات پائی۔ انکے بعد یزید خلافت کے عہدہ پر ممتاز ہوا۔ جو مقرر شدہ طریقہ انتخاب خلافت کے سراسر خلاف تھا۔ یزید حضرت معاویہ کا لڑکا تھا۔ اور حضرت امام حسینؓ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے فرزند تھے اور ان دونوں کا حسب نسب ہی انکے حقیقی خصائل کے تفاوت کی تشریح کر دیتا ہے۔

حضرت امام حسینؓ نے خود حضرت نبی کریم صلعم کے خاندان کے مطہر اور پارسا ممبروں کی مجلس میں عدوان اسلام کے مقابل بہادرانہ اور دوسرے لوگ کے ساتھ برادرانہ میل و ملاپ۔ سادہ۔ پاک اور پارسایانہ اور مذہبی زندگی بسر کی تھی۔ لیکن یزید نے اپنی جوانی کی عمر ملک شام میں بسر کی تھی۔ جہاں کہ اس کا باپ حاکم اعلےٰ تھا۔ اور جب حضرت امام حسنؓ خلافت سے مستعفی ہو گئے۔ تو یزید ایرانی شہنشاہوں کی تعیش میں خلیفہ قرار دیئے گئے۔ کہتے ہیں کہ یزید موسیقی۔ ریشمی پوشاکوں اور نعش کا مشتاق تھا جس سے اسکی خصلت میں عیاشی و کمینگی اور بھی ترقی کر گئی۔

یزید کا چال و چلن و سیرت حضرت امام حسینؓ کی بالکل ضد تھی۔ اگر یزید نے اپنے آپ کو مسلمانوں کی خلافت کے عہدہ پر متمکن ہونے کا اہل ثابت کیا ہوتا تو حضرت

امام حسین رضی اللہ عنہ انکی خلافت میں مزاحم نہ ہوتے۔ اور انہیں عہد خلافت کے لئے اکیلا چھوڑ دیتے۔ لیکن حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے دو وجوہات سے یزید کی اطاعت کرنی اور بیعت کرنے سے انکار کیا۔

اول یہ کہ یزید انتخاب کے ساتھ خلیفہ مقرر نہیں ہوا تھا۔ بلکہ اسکے والد نے اسے مسلمانوں کے سر خواہ مخواہ خلیفہ مڑ دیا ہے۔ اور اس طرح سے اسکو خلیفہ بنا کر موروثی جانشینی کے اصول کی پہلی دفعہ بنا قائم کی +

حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کا اپنا والد جوکہ اسلام کی عزت و تمکنت و وقار قایم کرنے میں حضرت نبی کریم صلعم کا داہنہ بازو تھے۔ اور حضرت نبی کریم صلعم سے قریبی رشتہ بھی رکھتے تھے۔ اور ساتھ ہی حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی والدہ ماجدہ جوکہ حضرت نبی کریم صلعم کی پیاری بیٹی تھیں۔ ان تعلقات کی وجہ سے حضرت امام حسن و حسین کا خلافت کی جانشینی کے لئے سب سے افضل حق تھا۔ لیکن حضرت حسنین کو خلافت سے اسلئے محروم کیا گیا کیونکہ نبی کی جانشینی قیصر و کسریٰ کی جانشینی کی طرح موروثی نہیں ہوا کرتی تھی جانشینی انتخاب پر منحصر ہوا کرتی تھی ؎

دوئم یہ کہ یزید ایسا قابل مسلم نہ تھا۔ کہ حضرت نبی کریم صلعم کی جگہ مسلمانوں کی سرداری کے لیے موزون ہوتا ؎

اسمیں شک نہیں کہ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ بڑی مستحکم بنیادوں پر کھڑے تھے لیکن حضرت معاویہ کا بھی سیاسی اثر بہت بڑا تھا۔ انہوں نے اپنے بعد یزید کی خلافت کے لیے مسلمانوں کی ایک کثیر تعداد کی رضامندی و رائے حاصل کرلی تھی۔ لیکن مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ اور دوسری جگہیں جوکہ ایسے مسلمانوں کی مرکز تھیں۔ جن میں کہ اسلام کی حقیقی روح اور سچی تڑپ موجود تھی۔ انہوں نے اپنے خلیفہ کے انتخاب کرنے کے حق سے انکار کردیا تھا۔

جب حضرت معاویہ کی زندگی میں ہی انکے سفیروں نے مکہ معظمہ کے قومی اجتماع میں یزید کی آیندہ کی خلافت کا اعلان کیا تو اس وقت ساتھ ہی سفیروں نے لوگوں کو یہ بھی بتلایا کہ امیر معاویہ نے اپنا جانشین تجویز کرنے میں اپنے متقدمین حضرت عمر خطاب رضی اللہ عنہ و حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ

صدیق کی پیروی کی ہے لیکن اسی جم غفیر میں سے ایک عرب جو کہ حقیقی اسلامی روح سے رنگین تھا۔ اٹھ کھڑا ہوا اور پکارا کہ ہرگز نہیں بلکہ امیر معاویہ نے اپنی زندگی میں ہی لوگوں کی آیندہ کی امیری وسرداری کے لیے اپنے بیٹے کو نامزد کرنے میں قیصر وقصرہ (نصرانی اور کافر بادشاہوں) کی روایت کی پیروی کی ہے "

نہایت ہی افسوس کا مقام ہے کہ حضرت امام حسینؓ مغلوب ہوتے۔ اور اسکے ساتھ ہی جمہوریت اور سوشیازم اور مسلم خلفا کی سادہ اور مطاہر زندگی کا خاتمہ ہو گیا نہایت ہی تاسف ہے کہ یزید نے فتح پائی اور اس کے ساتھ ہی مسلمانوں میں خود آرائی مطلق العنانی تعیش اور ناپاکی مروج ہو گئی لیکن امام حسینؓ ایسے انسان نہ تھے کہ ان ارفع اور اعلےٰ مقاصد کو جو کہ انہوں نے اختیار کئے ہوئے تھے۔ بغیر شدید سے شدید جدوجہد کئے چھوڑ دیتے۔ آپؓ حضرت نبی کریم صلعم کے نواسے تھے۔ جنہوں نے کہ آب وہوا اور عناصر کی تلخی تک کا مقابلہ کیا۔ اور آخر الامر فاتح ہوئے۔ پس حضرت معاویہ کی وفات پر جب ولید بن عتبہ مدینے کے حاکم اعلےٰ نے حضرت امام حسینؓ کو یزید کی بیعت کرنے کے لئے بلا بھیجا تو حضرت امام حسینؓ نے انکار کیا۔ اور حاکم اعلےٰ مذکورہ کیطرف سے یہ خیال کر کے کہ وہ آپکے خلاف جبر وتعدی یا سازش سے کام لے گا۔ تو آپ نے مدینہ کو چھوڑ دیا۔ اور مکہ کو روانہ ہو گئے ٭ مکہ مدینہ اور عراق کے بعض شہروں نے یزید کی خلافت کو کبھی قبول نہ کیا جب حضرت امام حسینؓ مکہ پہنچے تو آپ نے علانیہ اپنے آپکو یزید کے خلاف ظاہر کیا۔ اس سے بھی حضرت امام حسینؓ کی خصلت وسیرت کی فضیلت ظاہر ہوتی ہے آپ بزدل نہ تھے۔ آپ کو اپنی ایمانیات کے اظہار کی جرأت تھی آپ اپنے اصولوں کے لئے دلیرانہ کھڑے ہوتے اور آپؓ اپنے مقصد میں فتح حاصل کرنے کے لئے مصمم ارادہ کر لیا تھا۔ اسلئے جب اہل کوفہ کیطرف سے حضرت امام حسینؓ کو مخفی پیغامات پہنچے کہ آپ انکے شہر میں پہنچکر حقیقی خلیفہ ہونے کی حیثیت میں انکی بیعت لیں۔ تو آپ نے اس دعوت کو رد نہ کیا۔ پیغام بروں نے آپ کو وثوق دلایا تھا۔ کہ آپ کا صرف شہر میں تشریف لے جانا ہی کافی ہے۔ کہ تمام کا تمام عراق آپ کی طرفداری کرے گا ٭

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ

خُطبات جمعہ

(۱)

الکتاب

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ
الٓمّٓ ۚ
ذٰلِکَ الْکِتٰبُ لَا رَیْبَ ۛ فِیْہِ ۛ
ھُدًی لِّلْمُتَّقِیْنَ ۙ
الَّذِیْنَ یُؤْمِنُوْنَ بِالْغَیْبِ وَیُقِیْمُوْنَ
الصَّلٰوۃَ وَمِمَّا رَزَقْنٰھُمْ یُنْفِقُوْنَ ۙ
وَالَّذِیْنَ یُؤْمِنُوْنَ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَیْکَ
وَمَآ اُنْزِلَ مِنْ قَبْلِکَ ۚ وَبِالْاٰخِرَۃِ ھُمْ
یُوْقِنُوْنَ ۗ اُولٰٓئِکَ عَلٰی ھُدًی مِّنْ رَّبِّھِمْ
وَاُولٰٓئِکَ ھُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۝

شروع نام اللہ کے جو کہ بڑا رحم کرنیوالا مہربان ہے
انا اللہ اعلم (میں اللہ جاننے والا ہوں)
یہ کتاب وہ ہے جسمیں کوئی شک کی گنجائش نہیں۔
متقیوں کو ہدایت دینے والی ہے ⁜
وہ لوگ جو کہ غیب پر ایمان لاتے ہیں اور نمازوں کو قائم
کرتے ہیں اور جو کچھ ہم نے انکو دے رکھا ہے اسمیں سے (راہ خدا میں)
خرچ کرتے ہیں۔ وہ لوگ جو کہ ایمان لاتے ہیں۔ اس پر
جو تجھ پر اتارا گیا۔ اور جو تجھ سے پہلے اتارا گیا اور وہ آخرت کو
بھی یقین رکھتے ہیں یہی لوگ اپنے پروردگار کے سیدھے راستے
پر ہیں اور یہی اپنی مراد پائیں گے (اور فلاح پا جائیں گے)

(قرآن شریف کے علاوہ) ہر ایک دوسری وحی۔ چاہے وہ اپنی اصل میں کیسی ہی صاف اور بین کیوں نہ ہو مختلف شکلوں اور طرزوں میں لکھی گئی ہے۔ اور بیوقوف آدمیوں نے انمیں کچھ نہ کچھ کمی بیشی ضرور کی ہے (شاید بعض حالات میں نیک نیتی کی غرض سے ایسا کیا گیا ہو) انہوں نے یہ خیال کیا۔ کہ اس طریقے سے وہ اسکو بہتر بنا سکیں گے۔ یا وہ یہ چاہتے تھے کہ انمیں اپنے خیالات اور عقائد کا رنگ دیدیا جائے تاکہ وہ ان کے عقائد اور خیالات کی تائید میں پیش کیجا سکیں۔ یہودیوں کی کتاب (توراۃ) میں ان کے پادریوں یا ربیوں کے بہت سے اپنے عقائد

اور عبرانی زبان کی بہت سی پرانی کہاوتیں شامل کر دیگئی ہیں۔ چنانچہ یہی وجہ ہوئی کہ ایک وقت ایسا آیا جبکہ حضرت موسیٰ۔ داؤد۔ سلیمان اور دوسرے پیغمبروں کے صحیفے (یعنی ان کے حالات و تعلیم جو کہ تورات میں دی ہوئی ہے) بالکل کمزور اور دھندلی پڑ گئیں۔ اور نئی ایزاد شدہ باتوں کی بہ نسبت ان کتابوں کی زیادہ پرواہ کیجاتی تھی۔ عرب میں نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں حضرت عزیر کے متعلق ایک کہانی یا افسانہ (جو کہ وحی الٰہی میں کہیں نہیں پایا جاتا) یہودیوں میں اتنا ترقی پکڑ گیا۔ کہ بہت سے یہودی حضرت عزیز کو وہی مرتبہ دینے لگے جو کہ عیسائیوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو دیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ مشرقی یہودیوں کے توہمات اب تک کسی شخص کے خیال میں بھی نہیں آسکتے سوائے اس کے جو کہ انمیں رہا ہو یا ان سے میل جول رکھتا ہو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ان کے اوقات کا بڑا حصہ ارواح خبیثہ کے راضی کرنے اور جادو اور جنتر منتر کے زور سے انکو دور کرنے میں صرف ہوتا ہے۔ ان کی زندگیاں بچپن کے زمانے سے ہی پرانی اور تاریک کہاوتوں اور افسانوں سے اس طرح گھری اور جکڑی ہوئی ہوتی ہے کہ روشنی اور ہدایت ان تک پہنچ نہیں سکتی اسی طرح عیسائیوں کی کتاب (انجیل) میں بھی تغیر و تبدل ہو گیا ہے۔ اسی کے متعلق قرآن کریم نے ہمیں تیرہ سو سال پہلے اور دوسرے بڑے علامہ دہر نے کئی صدیوں بعد معلوم کر کے ہمیں مطلع کیا ہے۔ ان سب باتوں کو نظر انداز کر کے بھی ہمیں انجیل کی تعلیم اور عبارت بہت مشکوک نظر آتی ہے۔ ان عقائد میں سے جو کہ عیسائیت کے اصولی اور بنیادی عقائد سمجھے گئے ہیں مثلاً الوہیت مسیح یا پیدائشی گنہگار ہونا۔ یا تین ایک اور ایک تین کا مسئلہ وغیرہ وغیرہ۔ انہیں سے کتنے ہیں جو کہ ایک عقلمند آدمی چار انجیلوں کی عبارت سے صاف طور پر نکال سکتا ہو؟ اول تو ہمیں ان انجیلوں کے زمانۂ تصنیف (یا زمانہ نزول) کے متعلق اور ان کے اصلی مصنف یا مصنفوں کے متعلق شک ہے۔ اور ہم ان ضروری تحریروں کو جن پر کہ اتنی بڑی بھی عمارت بنائی گئی ہے مشکوک نگاہ سے دیکھتے ہیں +

ذٰلِكَ الْكِتٰبُ لَا رَيْبَ فِيْهِ ۛ هُدًى لِّلْمُتَّقِيْنَ +

(ترجمہ) یہ کتاب ہے جس کوئی شک و شبہ کی گنجائش نہیں۔ متقیوں کو ہدایت دینے والی ہے

کیا کھلے طور پر ایک سچے ہادی کی ضرورت نہ تھی؟ حضرت موسیٰ اور عیسیٰ اور دوسرے

پُرانے نبی جن کو کہ اللہ تعالےٰ نے مختلف زمانوں میں مختلف قوموں کی طرف رسُول بنا کر بھیجا وان من اُمّة الا خلا فیہا نذیر۔ کوئی قوم نہیں جسمیں کوئی نبی نہیں آیا۔ ان نبیوں کے اقوال جو کہ سب کے سب خدا تعالیٰ کی طرف سے ایک ہی پیغام (یعنی توحید) لیکر آئے تھے ان کے پیروؤں کے ایجادشدہ اور عجیب خیالات کے سامنے صفحہ دُنیا سے رفتہ رفتہ محو ہو گئے تب نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی بعثت ہوئی۔ اور ان کے ذریعے قرآن مجید آیا۔ یہ اُمُّ الکتاب اور وہ خاتم النّبیین۔ عجوبہ یہ ہے کہ اس نبی اور اس کتاب میں کوئی شک وشبہ کی گنجائش ہی نہیں ہے۔ تمام بڑے مذہبی پیشواؤں میں جنہوں نے بنی نوع انسان پر اپنا اثر ڈالا ہے ایک نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہی ایسی ہستی ہے۔ جو کہ ایک صاف اور بیّن تاریخی کیریکٹر کہلائی جاسکتی ہے۔ انکی نبوت کے زمانے کے باریک سے باریک حالات اور واقعات بھی آپ کے ہمعصر ہمارے لئے لکھ کر چھوڑ گئے ہیں۔ قرآن شریف بلفظہٖ ویسے کا ویسا ہی محفوظ ہم تک پہنچا ہے جیسا کہ وہ نزول کے وقت تھا۔ اور اگر نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم آج اس کمرے میں آداخل ہوں۔ جبکہ ہم نماز پڑھ رہے ہوں۔ تو وہ ہمارے طریق ادائے نماز کو اس طریق سے بالکل مُشابہ پائیں گے جس طریق پر وہ ہمارا عظیم الشان پیشوا مدینہ منورہ کی چھوٹی سی مسجد میں امامت کرایا کرتا تھا۔ جاؤ جا کر اس عظیم الشان مسجد سلیمانیہ یا مسجد ایا صوفیہ کو قسطنطنیہ میں دیکھو۔ یا قاہرہ میں سلطان حسن کی مسجد یا یروشلم کی مسجد الاقصیٰ۔ یا کسی بڑی اسلامی معبد میں یا وسط افریقہ میں کسی پھوس اور گارے کی چھوٹی سی مسجد کے اندر جا کر دیکھو۔ سب جگہ تمہیں ایک ہی نماز اور ایک ہی طریق نظر آئیگا۔ نبی کریم صلعم کے زمانے سے آج تک اس میں کوئی تغیر و تبدل یا افراط تفریط نہیں ہوئی تمام دنیا کے مذہبوں میں سے اسلام ہی ایک مذہب ہے جس نے اپنی پُرانی سادگی اور شان کو برقرار رکھا ہے یہ ویسے کا ویسا ہی پاک اور سچا مذہب ہے۔ جیسا کہ یہ خداوند تعالےٰ کے ہاں سے آیا۔ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی ہستی اور انکی تعلیم۔ اور قرآن مجید کے مستند ہونے میں کوئی شک وشبہ کی گنجائش نہیں۔ یہی ایک سچا رستہ ہے اور وہ بھی ایک ہی متقیوں اور پاکباز لوگوں کے لئے +

الذین یومنون بالغیب (ترجمہ) جو کہ غیب پر ایمان لاتے ہیں" یعنی دوسرے لفظوں میں وہ اندھے مادہ پرست نہیں ہیں۔ کیونکہ وحی الٰہی ان لوگوں کے لئے ہادی نہیں ثابت ہو سکتی۔ اور نہ ہی کوئی مفہوم رکھتی ہے۔ جو کہ یقین رکھتے ہیں کہ سوائے ان اشیا کے جو ہم اپنی آنکھوں سے دیکھتے ہیں۔ اور کسی چیز کا وجود نہیں ہے +

ویقیمون الصلوٰۃ (ترجمہ) اور جو کہ اپنی نمازوں پر صدق دل سے قائم ہیں" لفظ "اقامت" کے معنے ہیں قائم رکھنا۔ گویا کہ اس چیز میں کسی طرح کی کمی اور نقص نہ آنے پائے۔ سو نماز کے معاملے میں میرے خیال میں اس کے یہ معنے ہونے چاہئیں "جو کہ اپنی نمازوں پر مستقل مزاجی سے قائم ہیں۔ اور ان کو صدق دل سے پڑھتے ہیں۔" گویا کہ وہ اپنے اس فرض سے غافل نہیں ہوتے۔ اور نہ ہی اس کو ایک پرانی اور خشک رسم کے طور پر ادا کرتے ہیں +

ومما رزقنھم ینفقون (ترجمہ) جو کچھ ہم نے ان کو دے رکھا ہے۔ وہ (خدا کی راہ میں) خرچ کرتے ہیں۔ آپ تمام قرآن مجید کو پڑھ جائیں۔ آپ دیکھیں گے کہ اس میں خدا کی راہ میں خرچ کرنے پر کتنا زور دیا گیا ہے! اور ایک سے زیادہ جگہ پر۔ دولت کا لالچ اور طمع قریباً قریباً کفر اور منافقت کے معنوں میں استعمال ہوئی ہے۔ ایک مسلم ان عطیہ جات (یعنی دولت وغیرہ کو) کو جو کہ خداوند تعالیٰ نے اس کو عنایت فرمائے ہوں کبھی بخیل کی طرح جمع نہیں کرتا۔ کیونکہ یہ حکم صرف روپے پیسے پر ہی حاوی نہیں ہوتا۔ بلکہ اغلباً روپیہ اس کا سب سے آخری مفہوم ہو سکتا ہے یہ ایک تمہاری مملوکہ چیز جو کہ کسی بنی نوع انسان کو فائدہ دے سکتی ہو۔ اس کو اپنے تک ہی محدود نہ رکھو بلکہ مفت دوسروں کی خاطر بھی خرچ کرو۔ اگر تم کوئی علم اور لیاقت رکھتے ہو۔ یا کسی سائنس میں دستگاہ حاصل ہے۔ تو چاہے تم کیسے ہی خود مختار کیوں نہ ہو۔ اس کو اپنے فائدے اور دل بہلاوے کے لئے مخصوص نہ کر لو۔ بلکہ اپنے دوسرے بھائیوں کی اصلاح و بہبودی اور فائدے کیلئے بھی صرف کرو۔ ایک مسلمان ایک عیسائی کی طرح نہیں کہہ سکتا کہ یہ یا وہ عطیہ جات خداوندی (چاہے وہ دولت ہو یا اثر و اقتدار ہو۔ یا فصیح اللسانی ہو یا علم اور لیاقت ہو) میرے ہیں۔ اور جو

میں چاہوں اس کے ساتھ کر سکتا ہوں۔ چاہے اُسے اپنے تک مخصوص اور محدود رکھوں یا عام طور پر استعمال کروں ہر ایک چیز جو کہ ایک مسلمان کے پاس ہے وہ خدا تعالیٰ کی ایک طرح کی امانت ہے اور خدا تعالیٰ نے اسکو حکم دیا ہے کہ اسکو اپنی نوع کی بہتری کے واسطے صرف کرو۔ ہاں یہی نہیں بلکہ اگر ضرورت پڑے تو جان جیسی قیمتی چیز بھی قربان کردے۔ یہ سب اسکے جہاد کا ایک حصہ ہے جو کہ نیکی کے حاصل کرنے کے لئے ایک سعی ہے۔ تمام دنیاوی کاموں میں ایک چیز ہے جو کہ روحانی قیمت رکھتی ہے۔ اگر ہر ایک اسی پر عمل پیرا ہو۔ تو سوسائٹی کی سب شکایات اور مزدور پیشہ لوگوں کی سب تکلیفیں۔ اور مظلوم اور نا اُمید لوگوں کی خونریز فتنے اور بغاوتیں یکلخت محو ہو جائیں یہ خیال کہ جائیداد اور دولت وغیرہ صرف ایک ہی شخص یا ایک جماعت یا گورنمنٹ تک محدود اور مخصوص ہو۔ اور اُنکی ملکیت بغیر تصرف غیر ہو۔ سوسائٹی کے مفاد کے بالکل برخلاف ہے اور یہ خیال کہ جائیداد اور دولت خداوند تعالیٰ کی امانت ہے۔ جو کہ دوسروں کے فائدہ کے لئے دی گئی ہے۔ اتحاد اور یگانگت پیدا کرتا ہے۔ مگر اس خیال کیلئے ضروری ہے کہ خداوند تعالیٰ کی ہستی اور ایک آئندہ زندگی پر یقین ہو۔ جو کہ ایک انسان اپنی قوت حساسیہ کی مدد اور دماغ سے نہ ہی نکال اور نہ ہی اُسکو تکمیل پہنچا سکتا ہے +

والذین یومنون بما انزل الیک وما انزل من قبلک وبالاخرۃ ھم یوقنون (ترجمہ) "وہ جو کہ ایمان لاتے ہیں اس پر جو تجھ پر اُتارا گیا۔ اور وہ جو کہ تجھ سے پہلے (دوسرے نبیوں پر) اُتارا گیا۔ اور وہ آخرت پر یقین رکھتے ہیں" اگر نبیوں کے ذریعے سے ہمیں یہ وحی اور الہام عطا نہ ہوئے ہوتے تو غیب پر کوئی ایمان نہ ہوتا۔ نمازوں کا وجود نہ ہوتا۔ اور کوئی آدمی بھی ایک بظاہر غیر دلچسپ کام (یعنی خدا کی راہ میں) میں دولت خرچنے اور صرف کرنے پر آمادہ نہ ہوتا۔ بُرائی اور بھلائی میں کوئی تمیز نہ ہوتی سوائے ایک انسان کی اپنی خواہشات کے۔ اور ہم درندوں سے بھی بدتر ہوتے۔ کیونکہ ہماری تدبیر اور مکر ان سے زیادہ برتر ہے۔ اور صفحۂ دنیا پر کسی کو بھی انسانی ترقی کا خیال تک نہ آتا۔ اور ایسی نیکیوں مثلاً خیرات وصدقہ اپنے آپ کی قربانی یا ایثار اور بنی نوع انسان سے محبت اور ہمدردی وغیرہ کا وجود تک نہ ہوتا۔ آج کل ان تجارتی دماغوں کی

مادہ پرستی بھی جو کہ دوسرو ںکی تکالیف سے بے بہرہ ، درگوش اور بے رحم ہو گئے ہیں۔ ایک دوسرے اعلیٰ و افضل طریقے سے علمی رنگ آمیز ہو گئی ہے۔ جو کہ ایک الہامی مذہب کے سوا اور کہیں سے نہیں مل سکتا۔ جب تم یہ کہو کہ تمہیں جو کچھ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم پر اُتارا گیا ہے اور جو اُن سے پہلے دوسرے نبیوں پر اُتارا گیا ہے۔ اس پر ایمان لانا چاہئیے۔ تو تم ایک لایعنی بات کر رہے ہو۔ گویا تم ہمیں مسلمان بننے کو کہہ رہے ہو اور ساتھ ہی عیسائی اور یہودی بننے کی بھی تلقین کر رہے ہو صرف یہ ہی نہیں بلکہ بُدھ مذہب کو ماننے اور ہندوؤں اور زرتشتیوں کے مذہب قبول کرنے کی بھی صلاح دے رہے ہو۔ اور ساتھ ہی ہمیں پُرانے یونانیوں اور مصریوں (قبطیوں) کے مذہب کو سچا ماننے کو کہہ رہے ہو۔ وہ جو کہ خاتم النبیین پر اُترا۔ اور جو اُن سے پہلے اُترا یہ سب کی سب ایک ہی چیز ہے۔ خداوند تعالیٰ کی مرضی اور بنی نوعِ انسان کو اس کا پیغام کبھی نہیں بدلا۔ یہ حضرت انسان کی ہی کارستانی ہے۔ کہ وہ اُسکو بھول گیا۔ اور کم و بیش طور پر گمراہ اور راہ سے بھٹک گیا۔ اگر تم غور و خوض سے دُنیا کے تمام مذہبوں کا مطالعہ کرو۔ تو تم کو معلوم ہو گا۔ کہ حقیقت میں انہوں نے ایک ہی سچائی کو دُنیا کے آگے پیش کیا ہے۔ اور ابھی تک بھی ان توہمات کی کثرت کے نیچے ہمیں اس کا نقش اور اثر معلوم ہوتا ہے۔ وہ سچائی اللہ تعالیٰ کی ابدی توحید ہے۔ اور یہ وعدہ ہے کہ جو نیک عمل کرینگے۔ اور بنی نوع انسان کی اس زمین میں خدمت کرینگے۔ وہ خدا تعالےٰ کے منظور نظر بن جاوینگے۔ اور خوش و خرم ہونگے۔ جتنا کہ تم پرانے سے پرانے مذہبی نوشتوں کو پڑھو گے اتنا ہی تمہیں یہ سچائی اسلامی رنگ میں نظر آئیگی۔ مگر آجکل تم کہیں بھی اللہ تعالےٰ کی تعلیم کو اسکی اصلی شکل میں نہیں پاؤ گے سوائے قرآن شریف اور نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی تعلیم کے۔ یہاں تم اپنے متعلق اور اپنے پڑوسی اور اللہ تعالےٰ کے متعلق فرائض کو ایسی طرز میں لکھا پاؤ گے۔ کہ ہر ایک اسکو سمجھ سکتا ہے وہ جو کہ اس پر عمل پیرا ہوتے ہیں +

اولٰئک علیٰ ھدًی من ربھم واولٰئک ھم المفلحون **(ترجمہ)** وہی ہیں جو کہ اپنے پروردگار کے دکھائے ہوئے رستے پر ہیں۔ اور وہ کامیاب ہو جائیں گے۔"

ایک اور ریمارک میں اس لفظ فلاح کے متعلق کرنا چاہتا ہوں - اس فلاح سے اس قسم کی کامیابی مُراد نہیں ہے - جیسا کہ ایک تجارت پیشہ آدمی یا مُدبّر سیاسی یا ایک سوسائٹی کے مشہور آدمی کو حاصل ہوتی ہے - یا اس قسم کی فضول کامیابیاں جو کہ آجکل کے روزانہ اخباروں میں کامیاب شدہ ہیرو کے فوٹو کے ساتھ شائع ہوتی ہیں - فلاح کا مفہوم اسلام کے اندر کچھ اور ہی ہے - اس کی تشریح قرآن کریم ایک دوسری سُورت میں کرتا ہے قد افلح من زکّٰھا وقد خاب من دسّٰھا (ترجمہ) وہ واقعی کامیاب ہے جو کہ اپنی رُوحانی قوت کی اصلاح اور اسکی ترقی دیتا ہے - اور وہ واقعی ناکام رہا جو کہ اپنی رُوحانی قوت کو مارتا ہے اور اُسکو رُوحانی غذا نہیں دیتا" +

آج کل عیسائی ہم پر غالب ہو رہے ہیں - اور عنقریب ہی ان کے مشنری ..... کی طرح تمام اسلامی دنیا میں پھیل جائیں گے - اور چلا چلا کر یہ کہیں گے "ہم کو دیکھو - ہم کیسے کامیاب اور فتحمند ہیں - ہمارے ڈریڈ ناٹوں (آہن پوش جنگی جہاز) جنگی ہوائی جہازوں اور آبدوز کشتیوں کو دیکھو - ہمارے نوجوان خوبصورت مضبوط اور توانا تجارت پیشہ لوگوں کو دیکھو - اور ہماری دولت پر نظر ڈالو - اور خیال کرو - کہ ہمارا مذہب کیسا ہر دلعزیز ہوگا - اپنے پُرانے دقیانوسی خیالات اور توہمات اور رکاوٹوں کو دُور کر دو عیسائی بنو اور روپیہ کماؤ" - غریب مخلوق - وہ کہینگے کہ ایسے وقت میں جبکہ یورپ کی ہر ایک قوم اپنی تہذیب کو ناکام و نامراد پا رہی ہے - اور ایک ایسے نئے طریقہ کو چاہتی ہے جو کہ بہ نسبت عیسائیت کے اسلام سے زیادہ قریب ہے جبکہ عیسائیوں کا زیادہ حصہ اسبات کا شاکی ہے - کہ ان کی رُوحانی قوتیں ماری گئی ہیں - اور ان کو کوئی غذا نہیں ملتی - اور وہ ایسے حالات کو چاہتا ہے - جن کے ماتحت انکی رُوحانی قوتوں کو بڑھنے اور ترقی کرنے کا پُورا موقعہ ملے - سو کسی مسلمان کو ان مشنریوں کی باتوں سے شرمندہ یا خفیف یا کم دل نہ ہونا چاہیئے - کیونکہ جس چیز کو وہ پیش کرتے ہیں وہ بالکل ناکام ثابت ہوئی ہے - یورپ اسکے برخلاف اُٹھ کھڑا ہوا ہے - کیونکہ ان حالات کے ماتحت رُوحانی قوت بالکل ماری جاتی ہے - حالانکہ اسلامی دُنیا میں - اگرچہ وہ ایسی سختی سے

ترتیب نہیں دیگئی - اور نہ ہی انہیں تجارت کے لئے جوش یا طمع ہے - ہر ایک مرد اور عورت چاہیے وہ امیر ہو یا غریب کچھ پرواہ نہیں کہ وہ کس فرقے جماعت نسل یا رنگ سے تعلق رکھتے ہیں - ان کو کامل آزادی ہے اور فرصت ہے کہ وہ اپنی رُوحانی قوتوں کی اصلاح کریں - اور ان کو ترقی دیں +

نرم دل اور مسکین جناب مسیح ناصری کا اس موجودہ تہذیب کی ناکامی میں کوئی حصہ نہیں - اسکو ان کی تجارتی اغراض ان کے سرمایہ اور سُود - اور دولت کے حاصل کرنے کی دوڑ میں فکر مندوں کو کچل دینے سے کیا تعلق ہو سکتا ہے - صرف قرآن شریف کی بنا پر ہی نہیں بلکہ انجیل کی بنا پر بھی میں کہتا ہوں کہ خُود جناب مسیح بھی ایسے عیسائیوں کے برخلاف قیامت کے دن ہم مسلمانوں کا ہی ساتھ دینگے +

نمبر ۲
تاریک ساعتیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ
وَالضُّحٰى ۙ وَالَّيْلِ اِذَا سَجٰى ۙ مَا وَدَّعَكَ رَبُّكَ وَمَا قَلٰى ۗ وَلَلْاٰخِرَةُ خَيْرٌ لَّكَ مِنَ الْاُوْلٰى ۗ وَلَسَوْفَ يُعْطِيْكَ رَبُّكَ فَتَرْضٰى ۗ اَلَمْ يَجِدْكَ يَتِيْمًا فَاٰوٰى

(شروع) اللہ کے نام سے (جو) نہایت رحم والا مہربان (ہے) (اے پیغمبر ہمکو) چاشت (کے وقت) کی قسم اور رات کی قسم جب (سب چیزوں کو) ڈھانک لے کہ تمہارا پروردگار نہ تو تم سے دست بردار ہوا - اور نہ (کسی طرح) ناخوش ہوا - اور البتہ آخرت تمہارے لئے (اس) دنیا سے کہیں بہتر ہے اور تمہارا پروردگار آگے چلکر تم کو اتنا کچھ دیگا - کہ تم (بھی) خوش ہو جاؤ گے - کیا تم کو اس نے یتیم نہیں پایا (یعنی پایا) پھر جگہ دی اور تم کو دیکھا (کہ راہ حق کی تلاش میں بھٹکے)

عربی مبین

ہی صرف

خداوند تعالیٰ کی آخری پیغام ربانی کا بہتر اور موزوں ذریعہ ہے

ذیل کا اقتباس ہم نے ایک انگریزی آرٹیکل سے ترجمہ کیا ہے جو کہ حضرت خواجہ کمال الدین صاحب مصنف مسلم مشنری کے نام پر "اسلام عیسائیت اور دیگر مذاہب" کے عنوان کے نیچے لسٹیک ریویو کے جنوری اور فروری کے نمبروں میں شائع ہوا۔ معزز مصنف نے زمانہ کے اُن حالات پر بحث کرتے ہوئے جو اس وقت جبکہ اسلام کے مطہر پیغمبر حضرت نبی کریم صلعم مبعوث ہوئے ظہور پذیر ہو رہے تھے ذیل کے مضمون سے عربی مبین کی ادعائی فوقیت کو اور خداوند تعالیٰ کے آخری کلام کے لئے بہتر اور موزوں ذریعہ ہونے کو ثابت کیا + ایڈیٹر

اس وقت تاریخ عالم نے ایک نیا ورق اُلٹا۔ حالات ایسے پیدا ہو گئے کہ انہوں نے مختلف اقوام کو ایکدوسرے کے ساتھ ملنے کے ذرائع کو آسان کر دیا۔ انسانی سوسائٹی کے مختلف اجزا جو کہ قدرتی اور مصنوعی حدود کی وجہ سے ایک دوسرے سے جُدا جُدا ہو گئے تھے۔ اب ایکدوسرے کے قریب قریب ہونے لگ گئے۔ اور ایک مجموعی شکل اختیار کر لی۔ اس وسیع دنیا نے ایک دن واحد ملک کی شکل اختیار کرنی تھی۔ اور پھر آپس کی پیوست اور یگانگت سے ممالک شہروں اور شہروں نے کوچوں و بازاروں میں تبدیل ہونا تھا۔ مختلف اقوام اور مختلف حیثیتوں و مراتب کے لوگ ایکدوسرے سے میل و ملاپ و اتفاق کر کے قریب قریب ہو گئے تھے۔ اس موقع پر مختلف اقوام کو مختلف تعلیمات دینا ایک قسم کی گڑبڑی مچانا تھا۔ اسلئے اس حکمت لم یزل نے زمانہ کے حالات کو سامنے رکھ کر نبی آخر زمان کو ایک ایسے ملک میں مبعوث فرمایا۔ جو کہ تمام معلومہ دُنیا کے مرکز میں واقع ہو۔ اور جس کی زبان کے الفاظ میں معنوی و صوری تغیر واقع نہ ہو سکے۔ اور یہ شرط اس زبان

کے لئے نہایت ہی لازم و لابدی جس نے کہ آخری کلام ربانی کا ذریعہ و وسیلہ بننا ہو۔ مختلف السنہ ظہور میں آتی ہیں۔ لیکن اکثر الفاظ کے معنوی اور صوری تغیر کا مسلسل شکار ہوتی رہتی ہیں۔ اسلئے آخر الامر مُردہ ہو کر رہ جاتی ہیں جن سے کہ دیرینہ لٹریچر کا سمجھنا محال ہو جاتا ہے۔ رُوئے زمین پر جس قدر بھی زبانیں بولی جاتی ہیں۔ ان سب کا آخر الامر یہی حشر ہوا ہے اور ہو گا۔ لیکن اس قاعدہ کُلّیہ سے اگر کوئی زبان مستثنے ہے۔ تو وہ حجاز کی زبان عربی مبین ہی ہے جس میں کہ قرآن کریم نازل ہوا۔ اور جس کا اعتراف کہ یورپین علماء السنہ پروفیسر وٹنی جیسے اور دیگر لوگ بھی تک کرتے ہیں۔ اس کے علاوہ اس زبان میں ایک اور بھی خوبی ہے۔ اس کے الفاظ پُر معنی اور جامع ہیں۔ اور بذاتہٖ فصیح اور مشرح ہیں۔ اور ان کے الفاظ میں ہی وہ مفہوم ادا ہو جاتا ہے جس کی تشریح کے لئے دیگر السنہ میں ہمیں صفحات کے صفحات لکھنے پڑتے ہیں۔ اسلئے الہیات کے مفہوم کو ادا کرنے کے لئے یہ زبان نہایت ہی موزون ہے۔ یہ مضمون بذاتہٖ بڑا دلچسپ ہے اور اس امر کا متقاضی ہے کہ اس پر علیحدہ روشنی ڈالی جاوے لیکن اگر میں اپنے بیان کو مستحکم اور قوی کرنے کے لئے ایک یا دو مثالیں اس وقت نہ دوں۔ تو یہ فقط میرا دعوےٰ ہی دعویٰ ہو گا۔ مثال کے طور پر لفظ گناہ کو ہی لے لو۔ مختلف مذاہب اور فرقوں کے علم الہیات کے جاننے والے گناہ کے مفہوم میں ایک دوسرے سے اختلاف رکھتے ہیں۔ کیا مختلف السنہ کے مختلف الفاظ جو کہ گناہ کے مُترادف ہیں گناہ کا مذہبی مفہوم ادا کرتے ہیں۔ کیا کسی یورپین زبان میں گناہ یا اس کا کوئی مترادف گناہ کا کلیسیائی مفہوم ادا کرتا ہے۔ کیا فارسی لفظ گناہ بدی کے زرتشتی معنی کو ادا کرتا ہے یا سنسکرت کا لفظ "پاپ" ان معنوں کو ادا کرتا ہے۔ جس سے ویدوں میں بدی کے معنے لئے جاتے ہیں۔ مندرجہ بالا الفاظ مختلف دیگر مذہبی لٹریچر میں ان حقیقی معنوں کو ادا کرنے سے قاصر ہیں۔ جو معانی کہ مختلف فرقہ و مذاہب ان الفاظ کی طرف منسوب کرتے ہیں۔ اب عربی مبین کی طرف ہم آتے ہیں۔ عربی میں جو لفظ گناہ کا مُترادف ہے۔ وہ خود ہی اس مفہوم کو کما حقہٗ ادا کر دیتا ہے۔ جو ہمارے مذہب اسلام میں ہمیں گناہ کے متعلق تعلیم دی گئی ہے

قرآن کریم کی تعلیمات کے رو سے کوئی بھی چیز خود ہی ٹھیک یا غلط نہیں ہے خداوند تعالیٰ نے جو کچھ بھی پیدا کیا ہے۔ ان سب کا اپنا اپنا خاص استعمال ہے۔ اور اگر اسے اس کے جائز استعمال سے ادھر یا اُدھر سرکا دیں تو قرآن کی رُو سے گناہ ہو جاتا ہے۔ اور یہی لفظی معنے جُناح ۔ ذنب ۔ اثم اور جرم کے ہیں۔ اگر کسی چیز کو اپنی اصلی جگہ سے علیحدہ کیا جاوے تو وہ جُناح ہو جاتا ہے۔ اور اگر کوئی چیز اپنی حدُود سے تجاوز کر جاوے تو اُسے ذنب کہتے ہیں۔ اور اگر کوئی چیز اپنی اصل سے منقطع ہو جاوے تو اُسے جرم کہتے ہیں۔ اپنے دلائل کو اور بھی قوی کرنے کے لئے میں یہاں پر عربی کے لفظ توبہ کو پیش کرتا ہوں۔ جس کے کہ لفظی معنے اس جگہ پر لوٹ کر آنے کے ہیں۔ جس جگہ سے کہ کوئی شخص گیا ہو۔ پس اسلامی شریعت میں گناہ کے معنے کسی جگہ سے دُور ہو جانے کے ہیں۔ اور توبہ کے معنے پھر اسی جگہ پر لوٹ کر آنے کے ہیں۔ اور یہی لفظی معنے الفاظ "جُناح" اور "توبہ" کے ہیں توحید ۔ الہام ۔ ملائکہ ۔ رسالت ۔ جزا سزا ۔ جہنم ۔ جنت ۔ اور اور بہت سی چیزوں کے مفہوم کو ادا کرنے کے لئے علم الٰہیات میں گوناگون دقیق صداقتیں ہیں دوسری السنہ میں مختلف مفہوموں کے سمجھنے کے لئے آپ کو کتب اور رسائل کے مطالعہ کی ضرورت لاحق ہوتی ہے لیکن اسلامی شریعت کو جاننے اور سمجھنے کے لئے آپ کو صرف عربی الفاظ کے معنے پر ہی فقط غور و تدبر کرنا کافی ہے۔ جن سے اصلی مطلب کا کافی طور پر پتہ چل جاتا ہے۔ میرے علم میں کوئی بھی دوسری زبان معانی کی اس خاص ثبات کا ادعا نہیں کرتی۔ اور اسلئے اگر دُنیا کے مختلف حصص کا آپس میں پیوست ہو کر ایک ہو جاتا اگر ایک عالمگیر مذہب کا متقاضی ہے۔ اور کہ اگر اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری (یعنی اسلام) کے دیرینہ مذہب نے ہمیشہ کے لئے ایک اکمل و اتم صورت میں نازل ہونا تھا۔ تو عربی مبین کے ذریعہ اور وسیلہ کے سوائے یہ اور کسی زبان میں نازل نہیں ہو سکتا تھا۔ کیونکہ باقی السنہ ہر وقت معرض تغیر و تبدل میں ہیں۔ لیکن عربی مبین ہی ایک ایسی زبان ہے۔ جو اپنی معنوی

صوری اور صوتی صورت میں مدت مدید سے قائم و برقرار ہے اور رہیگی ؛

زن وشوہر کا باہمی تعلق

هُنَّ لِبَاسٌ لَّكُمْ وَأَنتُمْ لِبَاسٌ لَّهُنَّ

(قرآن کریم)

"تمہاری بیویاں تمہارے لئے لباس ہیں۔ اور تم ان کے لئے لباس ہو۔"

کیسی خوبصورت، جستہ اور موزوں تشبیہ عورت اور مرد کی متاہل زندگی کے مختلف فرائض اور حقوق کو بیان کرنے کے لئے استعمال کی گئی ہے۔ لباس ہمارے بدن سے بالکل ملا ہؤا ہوتا ہے جبکہ ہم اسے پہنتے ہیں۔ اسی طرح میاں بیوی کو آپس میں محبت اور الفت کے ساتھ ملا جُلا رہنا چاہئے۔ لباس انسان کے ننگے پن کو ڈھانکتا ہے اور ایسے نقائص جسمانی کو بھی جو کہ دوسروں کی نظروں سے چھپے ہی رہنے چاہئیں اس کے علاوہ ہم میں اخلاقی عیب بھی ہیں۔ وہ چاہے عام لوگوں کی نگاہوں سے پوشیدہ ہی رہیں۔ مگر عورت اور مرد عقد نکاح کے بعد ایک دوسرے کے مخفی عیبوں سے واقف ہو جاتے ہیں۔ اور اگرچہ ہم لوگوں کی نظروں میں سوسائٹی کے بہترین آدمیوں میں سے شمار ہوں۔ مگر پھر بھی ہماری زندگی میں بہت سے تکلیف دہ امور ہوتے ہیں۔ جو کہ پبلک کے علم سے کوسوں دور رہنے ہی بہتر ہیں۔ یہ اخفا سوسائٹی کی بہتری کے لئے بڑا فائدہ مند ہے۔ سو اگر ہمارا دوسرا حصہ (یعنی بیوی) اس معاملے میں ہماری [illegible] تو افشائے راز بڑے خوفناک نتیجوں کا موجب ہو۔ اور خانگی اور تمدنی زندگی کی راحت اور امن خطرے میں پڑ جائے۔ اسلئے مرد اور عورت کو چاہئے کہ ایک دوسرے کے عیبوں کو چھپائے رکھیں جیسا کہ لباس جسمانی نقائص کو چھپائے رکھتا ہے۔ پھر [illegible] لباس ہمیں موسم کی سختیوں سے بچاتا ہے۔ اور [illegible] میں گرمی کے اثرات سے ہمیں محفوظ رکھتا ہے

موسم کی سختیوں کا ہم مقابلہ کر سکتے ہیں۔ مگر معاشرتی سختیوں کا مقابلہ کرنا۔ جبکہ سردی اور تیز ہوا (یعنے نااتفاقی اور سرد مہری) ہماری خانگی زندگی میں آگھستے ایک ایسا سخت ابتلا ہے کہ استقلال اور صبر بھی اس کے آگے گرد ہو جاتے ہیں بیوی یا شوہر ہی دو ہستیاں ہیں جو کہ ان ابتلاؤں میں موجب راحت و آرام ہو سکتی ہیں۔ پھر ہم دیکھتے ہیں کہ لباس ان کو خوبصورتی اور زیب و زینت دیتا ہے۔ اسی طرح بیویاں اپنے شوہروں کے لئے باعث خوبصورتی و زیب و زینت ہیں جیسا کہ شوہر اپنی بیویوں کے لئے ہیں۔ اس طرح قرآن کریم نے ایک مختصر سی آیت میں مرد اور عورت کے ان کی متاہل زندگی کے باہمی فرائض اور حقوق کو جو کچھ کہ خیال کئے جاتے ہیں۔ نہایت جامع اور بہترین طور پر ادا کر دیا ہے +

اسلام میں کوئی کفارہ نہیں

اے اسلام کی نیک خاتونو! تم نے بھی وہی عہد کیا ہے جو مردوں نے کیا ہے۔ پھر کیا وجہ ہے کہ تم یہ سمجھ رکھو۔ کہ ہمارے مرد چونکہ نیک کاموں میں تھوڑی بہت شمولیت کر لیتے ہیں۔ ہمیں کیا ضرورت ہے۔ اسلام میں کفارہ کوئی نہیں۔ مرد اگر کچھ نیکی کرتا ہے تو اپنے لئے۔ تم کیوں اس موقعہ کو کھوتی ہو۔ تمہارے ہاتھوں میں اخراجات ہیں۔ اگر اس میں سے تھوڑا تھوڑا بھی خدا کی راہ میں دینے کے لئے بچانے لگو تو بہت کچھ کر سکتی ہو۔ تم مردوں کو نمونہ دکھاؤ۔ اور ایسے ایثار اور قربانیاں کر کے دکھلاؤ۔ کہ مرد بھی شرمندہ ہو جائیں اگر مرد نہیں جاگتے تو اٹھو۔ اور تم ہی ان کو اٹھاؤ۔ اسلام نے تو عورتوں کو کسی معاملہ میں مردوں سے پیچھے نہیں رکھا۔ تمہاری بہنوں کو یورپ میں کس قدر جد و جہد مردوں کے برابر حقوق حاصل کرنے میں کرنی پڑی ہے۔ اور پھر بھی انہیں وہ حقوق نہیں ملے جو اسلام نے تمہیں پہلے سے عطا کر رکھے ہیں۔ تم اپنی جگہ صاحب مال ہو۔ صاحب نصاب ہو

تم پر بھی زکوٰۃ فرض ہے۔ تم اس زکوٰۃ کا روپیہ ہی اشاعت اسلام کے لئے بھیج کر مردوں کے لئے رہبر بنو +

تمہارے ایسے زیورات بھی ہوتے ہیں جن پر زکوٰۃ واجب الادا ہوتی ہے۔ سو تم خدا کے حقوق سے غافل مت ہو۔ ورنہ تم بھی مواخذہ کے نیچے ہو۔ اگر مردوں کی تعریف قرآن شریف نے متصدقین کر کے کی ہے۔ تو ساتھ ہی عورتوں کو بھی متصدقات کہا ہے۔ تم ایک لمحہ کیلئے بھی یہ خیال نہ کرو۔ کہ مردوں کی خیرات کرنے سے تمہاری خیرات سمجھ لیجائیگی۔ مردوں کے کسی نیک کام میں لگ جانے سے تم بھی اسمیں شامل سمجھی جاؤ گی۔ بلکہ اٹھو اور جس طرح اسلام نے تمہیں ولھن مثل الذی علیھن بالمعروف کہ کر مردوں سے حقوق دلائے ہیں تم اپنی علیحدہ ذمہ واری سمجھو۔ تم قوم کے جسم کا نصف حصہ ہو۔ جس جسم کا نصف حصہ مردہ ہو۔ اسمیں زندگی کہاں؟ تم اپنی زندگی کا ثبوت دو۔ تم جو نیک کام کرو گی اسمیں تم کو دوہرا ثواب ہوگا۔ کیونکہ تمہارے بچے جو تمہیں سے تربیت اور اخلاق حاصل کرتے ہیں۔ وہ بھی ان نیکیوں کو تم سے سیکھیں گے۔ اور اس طرح پر تم نہ صرف اپنے لئے نیکی کرنیوالی ہوگی۔ بلکہ آیندہ نیکی کی بنیاد تمہارے ذریعہ سے رکھی جائیگی۔ اور تمہارا صدقہ صدقہ جاریہ کا مصداق ہوگا + واخر دعونا ان الحمد للہ رب العلمین +

خاکسار محمد علی (ایم اے ایل ایل بی)

لمعات انوار محمدیہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے حالات آپکے خلق عظیم کا آئینہ حسن معاشرت کا فوٹو علمی ادبی تمدنی اخلاقی و اصلاحی مضامین کا دلنواز مجموعہ آنحضرت صلعم کے مختلف شعبہ ہائے زندگی کا دلکش مرقع جسمیں جناب خواجہ کمال الدین صاحب بی اے ایل ایل بی و جناب مولوی صدر الدین صاحب بی اے بی ٹی و حضرت مولوی محمد علی صاحب ایم اے ایل ایل بی و جناب شیخ مشیر حسین صاحب قدوائی بیرسٹر ایٹ لاء و جناب مارمیڈیوک پکتھال و جناب ایس۔ ایچ لیڈر مصنف ڈیزرٹ و دیگر مشاہیر قوم کے گراں قدر مضامین ہیں جو نہایت قابل دید ہیں اور آنحضرت صلعم کو مختلف حیثیتوں میں پیش کیا گیا ہے قیمت ہر مجلد ۱۲

المشتہر خواجہ **عبد الغنی منیجر اشاعت اسلام عزیز منزل لاہور**

اشاعت اسلام

ولتکن منکم امۃ یدعون الی الخیر و یامرون بالمعروف و ینھون عن المنکر
و اولئک ھم المفلحون

قرآن مجید نے جہاں اور گُر مسلمانوں کی ترقی اور عروج کے بتائے ہیں وہاں سب سے کاری حربہ اشاعت اسلام کو قرار دیا ہے اور ہم دیکھتے ہیں کہ آج ان قوموں کو بھی اسی گُر کی ضرورت محسوس ہُوئی ہے جنہوں نے اس سے پہلے اپنے مذاہب کی اشاعت کی طرف کبھی توجہ نہیں کی بلکہ دوسرے مذاہب کے لوگوں کو اپنے مذہب میں داخل کرنے کو گناہ کبیرہ سمجھا ہے مگر چونکہ قرآن مجید اس علیم و خبیر ہستی کا کلام ہے جو قوموں کے عروج و پستی کے رموز سے واقف ہے اسلئے اس نے سب سے مقدم اسباب کو رکھا کہ مسلمانوں میں اشاعت اسلام کے لئے ایک جماعت وقف ہو۔ آج ہمارے آریہ سماجی ہم وطن باوجود ان حدود و قیود کے جو انہیں اپنے مذہب کے اندر جکڑے ہوئے ہیں اپنے مذہب کا پرچار کرنے میں مصروف نظر آتے ہیں اور اپنی قومی ہستی کو قائم رکھنے کیلئے تبلیغ مذاہب کے اصُول کے سامنے انہوں نے بھی سر تسلیم خم کر دیا۔ کیونکہ وہ جانتے ہیں کہ دُنیا میں طاقت عددی بھی ایک بہت بڑی طاقت ہے +

لیکن جس اصول کو آج قومیں بڑے بڑے تجارب کو حاصل کر کے مانتی ہیں اس اصُول کو اسلام اور قرآن مجید مذہب کا ایک اصل اصُول قرار دیتا ہے اور حکم دیتا ہے کہ مسلمانوں میں ہمیشہ ایک ایسی جماعت ہونی چاہئے جو اشاعت اسلام اور امر بالمعروف نہی عن المنکر میں مصروف رہے اور ساتھ ساتھ یہ بشارت بھی سناتا ہے کہ جب تک قوم اس نصیحت پر عمل پیرا رہیگی اس وقت تک کامیاب منظفر و منصور ہوگی +

چنانچہ تاریخ اس امر پر شاہد ناطق ہے کہ صحابہ کرام جب اشاعت اسلام کی آگ دلوں میں لے کر دُنیا میں نکلے تو انہوں نے دُنیا کے بادشاہوں اور شہنشاہوں کی گردنوں کو اپنے سامنے جُھکتے دیکھ لیا قیصر و کسریٰ کی سلطنتیں اپنی شان و شوکت میں کچھ کم نہ تھیں اور حقیقت میں

عرب کیحالت اس قوم کی تھی جس کا نقشہ فردوسی نے ان دو شعروں میں کھینچ دیا ہے ؎

زشیر شتر خوردن و سوسمار | عرب را بجائے رسید است کار
کہ تخت کیاں را کند آرزو | تفو بر تو اے چرخ گرداں تفو

لیکن کیا یہ ایک حقیقت نفس الامری نہیں ہے کہ باوجود اس تہذیب و شائستگی کے جو عرب کو ترکہ میں ملی تھی باوجود اس بے سروسامانی کے جس کی تاریخ گواہ ہے وہی اہل عرب ایک دنیا کے بادشاہ ہوگئے۔ اور نہ صرف بادشاہ ہوئے بلکہ انہوں نے جہانبانی و حکمرانی کے وہ اصول دنیا میں چھوڑے جو آج تک مہذب اقوام کی تقلید کے لائق ہیں +

غرض تاریخ شہادت دیتی ہے کہ مسلمانوں نے اگر ترقی کی ہے تو صرف اسی ولولہ تبلیغ ہدایت سے کی ہے۔ اور یہی وہ اصول ہے جو اسلام نے مسلمانوں کو سکھلایا ہے۔ آج بھی اگر مسلمان ترقی کرنا چاہتے ہیں۔ تو ان کے لئے وہی پرانا راستہ کھلا ہے +

ہاں اسمیں شک نہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ کرام کے زمانہ میں دشمنان دین نے تلوار اٹھا کر اسلام کو نیست و نابود کرنا چاہا اور اسی لئے خداوند تعالےٰ نے بھی مسلمانوں کو جنگ کی اجازت دیدی۔ چنانچہ جہاں جنگ کی اجازت ہے وہاں صاف اس امر کیطرف اشارہ ہے کہ مسلمانوں پر چونکہ ظلم ہو رہے ہیں اسلئے مجبوراً اندفاعی طریق میں ان کو جنگ کرنے کی اجازت ہے چنانچہ ارشاد ہوتا ہے۔ اذن للذین یقاتلون انهم ظلموا یعنی مسلمانوں کو جنگ کرنیکی اجازت اسلئے دیجاتی ہے کہ وہ کافروں کے ظلم کے تختہ مشق قرار پاچکے ہیں غرض اسلام نے اگر زمانۂ ماضی میں تلوار اٹھائی تو وہ محض اندفاعی تھی۔ اور اسلئے تھی کہ دشمنوں نے اسلام کے خلاف تلوار اٹھائی۔ مگر اب صورت معاملات بدل گئی ہے۔ اب اسلام پر کوئی دشمن توپ و تفنگ لیکر حملہ آور نہیں ہوتا بلکہ ہم ایک نہایت پرامن گورنمنٹ کے عہد میں زندگی بسر کر رہے ہیں جو ہر طرح سے ہماری مال و جان کی حفاظت کرتی ہے اور ہمیں احکام شرعیہ کی بجا آوری سے نہیں روکتی اسلئے اب سیفی جہاد کی ضرورت نہیں ہے اور نہ اسکی شرعاً اجازت ہوسکتی ہے کیونکہ قرآن شریف کی آیت میں اذن قتال سے یہی صاف پایا جاتا ہے کہ محض اس صورت میں جہاد سیفی کی اجازت ہے جس صورت میں مسلمانوں پر مظالم توڑے جاتے ہوں۔ چونکہ موجودہ زمانہ میں مسلمانوں پر یا اسلام پر مذہب کے لئے تلوار نہیں اٹھائی جاتی اسلئے اب جہاد سیفی کی اجازت نہیں +

For the following books apply to — The manager "Ishaat-i-Islam" office, Azeez Manzil, Lahore Punjab India.

No	Name of books	Price Rs	As	P
1	The principles of Islam and Christianity compared Lecture delivered before Heretics association, Cambridge.	0	2	0
2	Religion of atoms Principle of Evolution. Harmony between Science and religion through Islam Religion of nature Morality Ethics creation and function of soul and its relation to body, discussed from Quranic point of view.	0	6	0
3	Study of Islam. Series of lectures on — 1 Faith (1½d). 2. Five pillars of Islam (1½d) Muslim formula of faith with a discussion on divine attributes (In the Press) Muslim Prayers (In the Press) Fastings (3d) Pilgrimage (½d) The principle of good and Evil. Predestination and Pre-measurements i.e. Jabar. Qadar of taqdir (In the Press) Number 1, 2, 4 and 5 together	0	7	0
4	Existence of God. A lecture before an Atheistic Society	0	2	0
5	Mystic side of Islam	0	1½	0
6	Gospel of peace.	0	2	0
7	War and religion. Being a series of lectures from Muslim and christian point of view, dealing with the views of two religions. Religion of the European War. The Prophet's warfare. Jehad and the laws of life By MR. Marmaduke Pickthall.	0	6	
8	The kingdom of God. By Marmaduke Pickthall	0	2	0

رسالہ اشاعت اسلام

میں

مشتہرین کے لئے نادر و سنہری موقعہ

اوائل میں رسالہ ہذا میں اشتہارات کا سلسلہ جاری ہا۔ لیکن گذشتہ تین سال سے ہمیں کاغذ کی قلت و استدگرانی کی وجہ سے یہ سلسلہ ملتوی کرنا پڑا۔ اب چونکہ کاغذ قدرے ارزاں ہو رہا ہے اور ادھر اللہ کے فضل سے رسالہ ہذا کی خریداری میں بھی اضافہ ہو رہا ہے اور موسم سرما میں ہم نے متعدد ایجنٹوں کو رسالہ کی توسیع اشاعت کیلئے ہندوستان کے مختلف گوشوں میں ارسال کرنے کا تہیہ کر لیا ہے جس سے امید واثق ہے کہ رسالہ ہذا اپنی مقبولیت کی وجہ سے بہت جلد ترقی حاصل کریگا اسلئے ہم اپنے معزز مشتہرین کی خدمت میں مودبانہ التماس کرتے ہیں کہ وہ اس نادر موقعہ سے جلد فائدہ اٹھائیں جو احباب مبلغات بذریعہ منی آڈر ارسال فرماکر ابھی سے اپنے اشتہاروں کیلئے رسالہ ہذا کی نمایاں جگہ کا فیصلہ فرما لینگے وہ ضرور اس وقت فائدہ میں رہیں گے۔ لیکن اس کے بعد رسالہ کا حلقہ وسیع ہو جانے پر یہ اجرت بڑھ جاویگی +

تمام ترسیل زر اجرت اشتہارات بنام **خواجہ عبدالغنی** منیجر رسالہ اشاعت اسلام

عزیز منزل۔ نولکھا۔ لاہور ہو

ذیل میں اجرت اشتہارات کا نقشہ دیا جاتا ہے

مقدار	سالانہ			ششماہی			سہ ماہی			ماہوار		
	روپیہ	آنہ	پائی	روپیہ	آنہ	پائی	روپیہ	آنہ	پائی	روپیہ	آنہ	پائی
سالم صفحہ	۵۰	۰	۰	۲۵	۰	۰	۱۲	۸	۰	۴	۸	۰
نصف صفحہ	۲۵	۰	۰	۱۲	۸	۰	۶	۴	۰	۲	۴	۰
۱/۴ صفحہ	۱۲	۸	۰	۶	۴	۰	۳	۲	۰	۱	۱۰	۰

اسلامیہ پریس بکی دروازہ لاہور میں حافظ مظفر الدین کے اہتمام سے چھپو اکر خواجہ عبدالغنی منیجر اشاعت اسلام